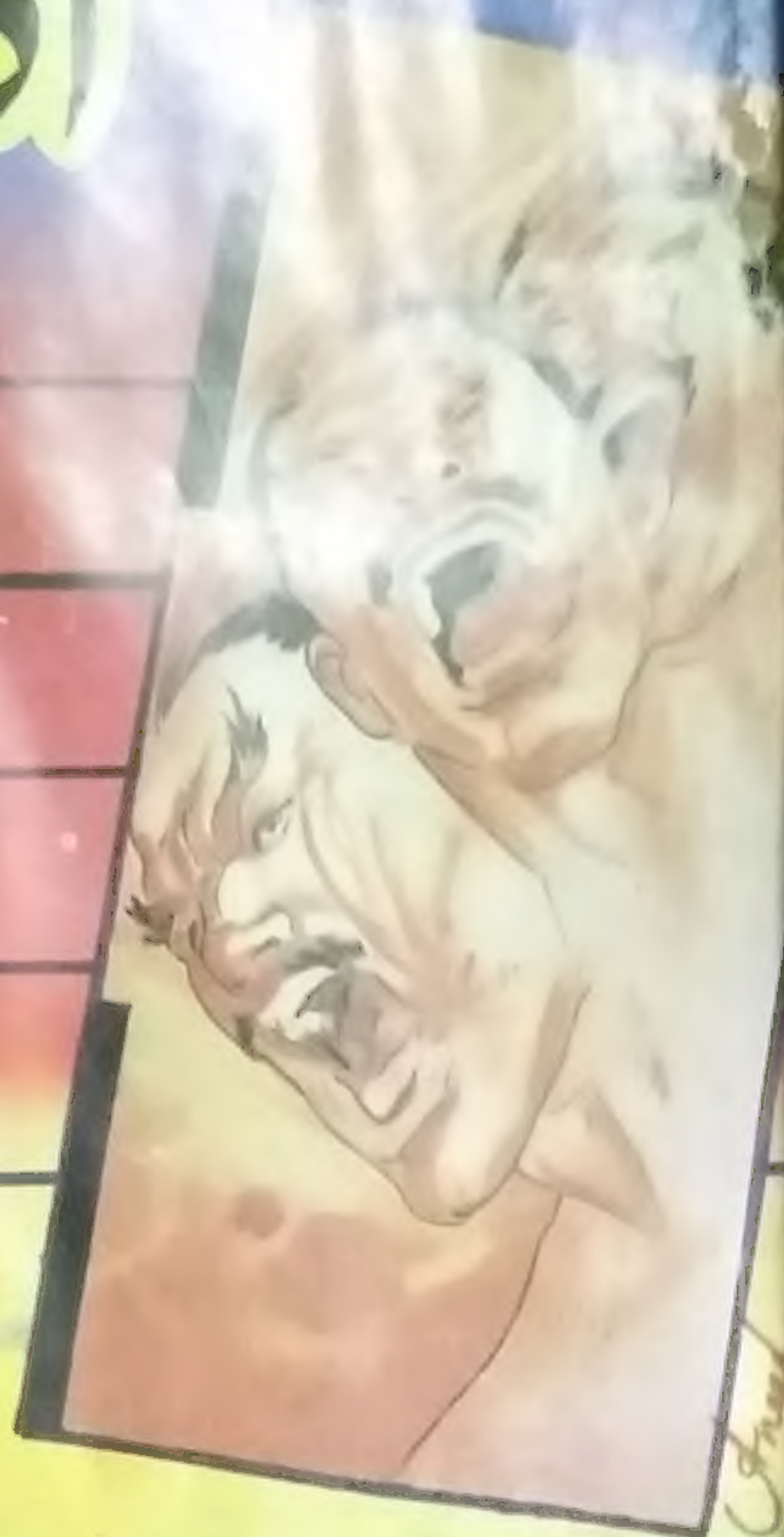


آکا میرو



اشتیاق احمد



Abulhasan Ali Nadwi

17 Nov
2015



شوکی سیرت

آدھا بیرو

اشتیاق احمد

چند شریف

ابو موسیٰ رضی سے روایت ہے۔

انہوں نے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ انسان مال غنیمت کے لیے لڑتا اور اس لیے لڑتا ہے کہ اس کی بہادری کی شہرت ہو جائے، تو ان میں سے کونسا اللہ کی راہ کا مجاہد ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جو اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو، بس وہی اللہ کی راہ کا مجاہد ہے۔

(مسلم، مشکوٰۃ)



محمد حقوقہ، محقر پبلشرز محفوظ میرہ



نام ناول ————— آدھا ہیرو
طابع ————— اشتیاق احمد
کتابت ————— سعید نامدار
سرورق ————— محمد مقصود فنیہ
قانونی مشیر ————— شمیم احمد ایڈووکیٹ
مطبع ————— عظیم عظیم پرنٹرز
قیمت ————— دس روپے

اشتیاق پبلی کیشنز

۹/۱۲ نمبر آباد — مسلم پورہ — سائڈ گھاٹ — لاہور

فون نمبر: 321537

دوباتیں

السلام علیکم !

آدھے ہیرو سے بیٹے، لیکن آپ کہاں مل سکیں گے اس سے
کمانی ختم ہو جائے گی اور آدھے ہیرو کی شکل بھی آپ کو دکھائی
نہیں دے گی۔ اس کے باوجود جب آپ کو معلوم ہو گا کہ آدھا
ہیرو کون ہے اور کیوں کر رہا ہے تو آپ حیران رہ جائیں گے اور
آپ کو حیران رہ بھی جاتا چاہیے۔ یہی میری عین خواہش ہے
کہ آپ ہر ناول میں حیران رہ جائیں۔ سپنس آپ کو اپنی گرفت
میں پوری طرح لے لے۔ ہاں اس کمانی میں حالات ذرا مختلف ہیں
جب حیرت ختم ہو جائے گی، سپنس اڑھو ہو جائے گا، تو بھی آدھے
ہیرو کا معاملہ درمیان میں رہ جائے گا، بلکہ درمیان میں بھی کہاں
رہ جائے گا، کہیں نظر ہی نہیں آئے گا اور آپ اسے ادھر ادھر
توڑ کر دیکھتے رہیں گے، پھر نہ جانے وہ کون سے کون سے نکل
آئے گا۔

شاید

مترے دار فائدہ

فون کی گھنٹی بجتی ہی پئی گئی۔ اس نے کسی طرح بھی رکنے کا
نام نہ کیا۔ میں نے یہ بھی اندازہ لگا چکا تھا کہ گھنٹی کی آواز نے صرف مجھے
ہی نہیں، اشفاق، اخلاق اور آفتاب کو بھی جگا دیا ہے۔ یہ اور بات
ہے کہ ان تینوں میں سے بھی کوئی فون کا ریسپونڈ اٹھانے کے لیے
تیار نہیں تھا۔ دوسرے صوفیہ یہ تھی کہ رات کا ایک بج رہا تھا اور
رات کے ایک بجے صوفیہ سوتے رہنے کو جی چاہتا ہے، نہ کہ اٹھ کر فون
سننے کو۔ وہ بھی ایسی حالت میں جب کہ دسمبر کا آخری ہفتہ ہو۔ اور
مہدی پورے زوروں پر ہو تو کون محانت سے ہاتھ نکلان پسند کرے گا،
لیکن مشکل یہ تھی کہ ادھر فون کی گھنٹی بھی چپ ہونے میں نہیں آ
رہی تھی۔

”میں جانتا ہوں تم تینوں جاگ رہے ہو۔“ آخر میں نے بھینجا
کر کہا۔

”سو آپ بھی نہیں رہے۔“ آفتاب نے گنگناہنے کے انداز میں کہا۔

آفتاب میں تمہیں حکم دیتا ہوں، فون سنو۔ میں بند آواز میں

یہ۔ آپ یہ حکم خود کو یا اشفاق اور اخلاق کو کیوں نہیں دیتے۔
آفتاب نے کڑے کیسے لہجے میں کہا۔

”میں، یعنی کہ شوکی اینڈ کو کا اپنا راج تمہیں حکم دے رہا ہوں۔
و بات ذہن میں رکھو۔“

جی ہتر، رکھ لی۔ میں اس وقت ڈیوٹی پر نہیں ہوں۔
بے وقت پرائیویٹ جاسوس جو بیس گھنٹے ڈیوٹی پر رہتے ہیں،
میں نے تمہ کو کہا۔

”آپ لوگ لڑتے نہیں، میں فون سن لیتا ہوں۔ اشفاق نے
تنگ آکر کہا، پھر اس کا ماتہ کمان سے باہر نکلا، مگر فون تک نہ
پہنچ سکا۔ کیونکہ فون تو کمرے کے درمیان میں ایک تپائی پر رکھا تھا
اور ہم کمرے کی ایک ایک دیوار کے ساتھ بستر دل پر لیٹے تھے۔ آخر اشفاق
کو کمان کی گڑی قربان کرنا ہی پڑی۔ باہر نکلتے ہی اس کے دانت بچنے
لگے۔ یہ آواز ہم تک صاف پہنچنے لگی۔“

”بھئی والا جہنم تک نہ جاتا ہے۔ آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔
کمان سے ہر نکل کر تم بھی لطف اٹھا لو۔ اشفاق نے جل کر کہا۔
اور سیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے بولا:
”سیور، کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت کیا وقت ہوا ہے۔“

اس کا لہجہ جلا کٹا تھا۔

پھر ہم نے زیرو کے بلب کی روشنی میں اشفاق کی آنکھیں حیرت
اور خوف سے پھیلتے دیکھیں۔ کچھ دیر تک وہ دوسری طرف سے کی
جانے والی بات سنتا رہا، پھر اس نے جلدی سے میز کی دراز میں سے
قلم اور کاغذ نکالا اور کچھ لکھنے لگا۔ آخر قلم رکھتے ہوئے بولا:
”اچھا، ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے لیے کیا کر سکتے ہیں۔ یہ کہہ
کر اس نے ریسپور رکھ دیا، پھر کھوئے کھوئے اذاز میں بولا:
”یہ کوئی حال بھی ہو سکتا ہے۔“

”کیا مطلب؟ تم کون سے حال کی بات کر رہے ہو۔ کون تھا
فون پر؟“ میں نے بے تابانہ لہجے میں کہا۔

”میری روڈ کی گلی نمبر پانچ کے مکان نمبر ۱۰۸ سے کوئی شخص بات
کر رہا تھا۔ اس کی آواز حلق میں پھنسی معلوم ہو رہی تھی۔ اس کا کہنا
ہے کہ وہ اس مکان میں پھنس گیا ہے۔ کھڑکی، جس کے ذریعے وہ اندر
داخل ہوا تھا، باہر سے بند کر دی گئی ہے، لہذا ہم فورا اس کی مدد کو
پہنچیں۔“

”حیرت ہے، اس نے اپنے بارے میں کیا بتایا ہے۔ کیا وہ کوئی
موجود ہے؟“

”اس نے صرف اتنا بتایا ہے کہ اسے شاید حال میں پھنسا گیا ہے
اور اگر ہم لوگ اس کی مدد کو نہ پہنچے تو وہ بُری طرح پھنس جائے گا۔“

لیکن اس بند مکان میں اسے ہمارا فون نمبر کس طرح معلوم ہو گیا۔ افلاق نے اعتراض کیا۔

”مجھے کیا معلوم، کس طرح معلوم ہو گیا۔ یہ بات میں نے اس سے نہیں پوچھی۔“ اشفاق نے بتنا کر کہا۔

”پھر کیا پروگرام ہے؟“ میں نے تینوں کی طرف دیکھا۔
”اگر وہ شخص بے گناہ ہے۔ تب تو ہمیں اس کی مدد کو ضرور پہنچنا چاہیے۔ کہیں وہ واقعی کسی مصیبت میں نہ پھنس جائے۔ بھری روڈ یہاں سے زیادہ دور بھی نہیں ہے، لہذا آؤ چلیں۔“ میں نے تیزی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

اب افلاق اور آفتاب کو بھی اٹھنا ہی پڑا۔ ہم نے جلدی جلدی سوٹر اور کوٹ پہنے اور دفتر والے دروازے سے نکل کر سٹالا لگا دیا، پھر ٹیکسی کی تلاش میں ادھر ادھر نظریں دوڑائیں۔

”اسان پر چاند چمک رہا تھا، لیکن رات کے ایک بجے کون اس چاندنی سے لطف اٹھاتا ہوتا؟“ جب کہ ممدی نے شدت اختیار کر لی تھی۔ دھندلک کسی ٹیکسی کا ہم نشان نہیں تھا۔

”لیکن نہ ہم لوگ دھندلکا دیں۔ ٹیکسی تو ملتی نظر نہیں آتی۔ دھندلگانے کا ایک فائدہ یہ بھی ہو گا کہ خون گرم ہو جائے گا: میں نے تجربہ پیش کی۔

”اے ایک مزے دار فائدہ یہ بھی ہو گا کہ سوتے لوگ جاگ جائیں۔“

گے اور ہمیں بے دھڑک چور خیال کر بیٹھیں گے۔ آفتاب نے کہا۔

آخر ہم تیز تیز قدم اٹھانے لگے۔ خوش قسمتی سے جلد ہی دوسری طرف سے ایک ٹیکسی آتی دکھائی دی۔ میں نے بے اختیار ہاتھ اٹھا دیا۔ ٹیکسی ہمارے پاس رک گئی اور ہم جلدی جلدی اس میں بیٹھ گئے۔

”بھری روڈ چلیے۔“ میں نے کہا۔ ڈرائیور منہ سے کچھ کہے بغیر ٹیکسی موڑنے لگا۔ دوسرے ہی لمحے ہم بھری روڈ کی طرف اڑے جا رہے تھے۔ آخر گلی نمبر پانچ کے سامنے رک گئے۔ بل ادا کرتے ہوئے میں نے کچھ سوچ کر ٹیکسی ڈرائیور سے کہا:

”کیوں جناب، کیا وقت ہوا ہو گا۔ میری گھڑی شاید ٹھیک نہیں ہے۔“

”ڈیڑھ بج رہا ہے؟“ اس نے کہا۔ اتنی دیر میں میرے اشارے پر آفتاب ٹیکسی کے پچھلے حصے تک جا چکا تھا اور ٹیکسی کا نمبر دیکھ لیا۔ اسے اس کام کی مہلت دینے کے لیے میں نے بل ادا کرنے میں ایک منٹ صرف کر ڈالا۔ پھر جوں ہی ٹیکسی آگے بڑھی، میں نے آفتاب سے کہا۔

”نمبر کاغذ پر نوٹ کر لو، کہیں تم بھول نہ جاؤ۔“ یہ بھی نوٹ کر لو کہ ہم ڈیڑھ بجے اس کی ٹیکسی سے یہاں اترے ہیں اور اب آؤ۔ یہ کہہ کر میں گلی میں داخل ہو گیا۔

”آخر اس کی کیا ضرورت ہے؟“ اشفاق حیران ہو کر بولا۔

”تم نے ہی تو کہا تھا، یہ ہمارے لیے جال بھی ہو سکتا ہے۔“

نے اسے گھورا۔

”لیکن اگر اس گھر میں ہمارے لیے کوئی جال بچھایا گیا ہے، تو ٹیکسی کے نمبر بھلا ہماری کیا مدد کر سکیں گے۔ دوسرے آپ کی گھڑی تو بالکل ٹھیک ہے، پھر آپ نے ڈرائیور سے وقت کیوں پوچھا تھا؟ جب کہ ہم تینوں کی کلائیوں پر بھی گھڑیاں ہیں؟“

”بس دیکھتے جاؤ۔“ میں مسکرایا۔ اسی وقت ہم مکان نمبر ۱۰۸ کے سامنے پہنچ گئے۔ گلی میں میونسپل کارپوریشن کا بلب جل رہا تھا۔ اس کی روشنی میں ہمیں مکان کے دروازے پر ایک بڑا سا تالا ٹٹکتا نظر آیا۔ دائیں ہاتھ ایک کھڑکی تھی۔ کھڑکی میں باہر کی طرف چٹخنی لگی نظر آتی۔ بائیں ہاتھ بھی ایک کھڑکی تھی۔ اس کھڑکی میں بھی چٹخنی لگی ہوئی تھی۔

میں نے کچھ دیر کے لیے سوچا۔ آخر آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔ فوراً ہی کھڑکی پر کسی نے اندر سے ہاتھ مارا۔ میں نے چٹخنی گرا دی۔ دوسرے ہی لمحے ایک نوجوان آدمی کا چہرہ دکھائی دیا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ رنگ بالکل سفید تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کے جسم کا سارا خون پخوڑ لیا گیا ہو۔

”شش، شوکی برادرز۔ وہ بُری طرح ہکلائے لگا۔“

”ہاں، ہم ہی ہیں۔“ کیا مصیبت ٹوٹ پڑی آپ پر، اور یہ باہر

تالا کیوں لگا نظر آ رہا ہے؟ میں نے حیران ہو کر کہا۔

”یہ مکان برائے فروخت ہے۔ شاید آپ نے دروازے پر ٹین کی ایک تختی لگی نہیں دیکھی۔ اس پر سیاہ حروف میں برائے فروخت لکھا ہے۔“

”نہیں، ہم نے تختی نہیں دیکھی۔ ہم آتے ہی کھڑکیوں کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ جلدی جلدی بتائیں معاملہ کیا ہے؟“

”آپ نے کھڑکی کھول کر میری مشکل آسان کر دی۔ اب میں ایک منٹ بھی اندر نہیں رک سکتا۔“ یہ کہہ کر وہ اچکا اور باہر چھلانگ لگا دی۔ اب وہ ہمارے ساتھ کھڑا تھا۔

”خدا کا شکر ہے۔ آؤ بھاگ چلیں۔“ اس نے چند سیکنڈ تک مانس لینے کے بعد کہا۔

”بھاگ چلیں، لیکن کیوں؟“ میں نے جلدی سے کہا۔

”اس لیے کہ پولیس یہاں پہنچنے ہی والی ہے۔ اندر ایک عدد ل موجود ہے۔“ میں نے کہا۔

”کیا کہا، اندر لاش موجود ہے اور آپ لاش کے ساتھ اندر موجود ہیں۔ اس صورت میں تو ہم نہیں بھاگیں گے، بلکہ ہمیں واپس اندر جانا پڑے گا۔“ میں نے کہا۔

”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ خدا خدا کر کے تو میں باہر نکلنے میں

یاب ہوا ہوں اور آپ ہیں کہ مجھے پھر اندر لے جانا چاہتے ہیں۔ پولیس

تو مجھے فوراً دم لے گی قتل کے الزام میں اور آپ لوگ بھی میرے ساتھ مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ بہتر یہی ہے کہ بھاگ چلیں۔ پھر میں آپ کو اپنی کہانی سناؤں گا۔

”نہیں مسٹر، آپ ہمارے ساتھ اندر چلیں گے اور ہم پولیس کو فون کریں گے۔ پولیس کو سب کچھ بتا کر ہی ہم یہاں سے جائیں گے۔ اگر یہ قتل آپ نے نہیں کیا تو آپ کو فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پولیس آپ کو بلا وجہ گرفتار نہیں کرے گی اور اگر آپ مجرم ہیں تو آپ کو گرفتار ہو جانا چاہیے۔“ میں نے جلدی جلدی کہا۔

”اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم زیادہ مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس صورت میں جب آپ ہماری بات مان لیں اور ہدایات پر عمل کریں۔ مہربانی فرما کر اندر چلیے، تاکہ ہم پولیس کو فون کر سکیں۔“

”بہت بہتر، یونہی سی، لیکن یہ سوچ لیں، کہیں میں آپ لوگوں کی وجہ سے پھانسی کے تختے تک نہ پہنچ جاؤں۔“

”اگر آپ بے گناہ ہیں، تو خدا پر بھروسہ رکھیے، آئیے۔“ یہ کہہ کر میں نے دونوں ہاتھ کھڑکی پر رکھے اور اچک کر دوسری طرف کود گیا اور یہی میری غلطی تھی۔ مجھے چاہیے تھا، پہلے اس نوجوان کو اندر داخل ہونے کے لیے کہتا۔ میرے اندر پہنچتے ہی

”آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ میں پوری طرح پھنس چکا ہوں اس نے آفتاب اور اخلاق کو بیک وقت دھکا دیا۔ دونوں اشفاق آگے قتل کو بھی پھوپھا ہوں۔ کئی دوسری چیزوں پر بھی میری انگلیوں سے بری طرح ٹکرائے اور جب ہم نے بوکھلا کر اس کی طرف دیکھا تو بہت دُور دوڑتا نظر آیا۔“

”اوہ، یہ صورت حال واقعی خطرناک ہے، لیکن مشکل یہ ہے کہ قانون کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے۔ آپ کو فرار ہونے کا موقع دینا قانون کے خلاف ہے۔ میں نے بوکھلا کر کہا اور خود بھی واپس باہر کی طرف چھلانگ ماری ہو گا، لہذا ہم مجبور ہیں۔ آپ کو فرار ہونے کا موقع نہیں دے سکتا دی۔ ہم چاروں اس کے پیچھے جان توڑ کر بھاگے، لیکن جب ہم لڑک پر پہنچے، وہ غائب ہو چکا تھا۔ دور دور تک اس کا کوئی

”پھر تو۔ پھر تو میں نے آپ کو فون کر کے غلطی کی۔ مجھے چاہیے تھا۔“

”اپنے گھر کے کسی فرد کو یہاں بلاتا، لیکن میں نے تو یہ سوچا تھا کہ آپ لوگ اس قسم کے معاملے میں زیادہ مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔“

”اے گئے۔ میں بوکھلا اٹھا۔“

”اے کیسے گئے۔ اس میں ہمارا کیا قصور۔ اب ہمیں چاہیے

لاش کمرے کے فرش پر اونڈھے منہ پڑی تھی۔ اس کے دونوں بازو پہلوؤں سے چپکے ہوئے تھے۔ منہ آدھا نظر آ رہا تھا۔ ٹانگیں پھیل ہوئی تھیں، پیروں میں جرابیں اور جوتے موجود تھے، لیکن فرش پر خون ہی خون پھیلا ہوا تھا۔ اتنا بہت سا خون دیکھ کر ہم دہشت زدہ ہو گئے اور تھرتھرت کر کانپنے لگے۔ اسی حالت میں ہم نے باقی ماندہ کمرے کا جائزہ لیا۔ ایک طرف دیوار کے ساتھ رکھی تپائی پر فون رکھا تھا۔ کمرے میں ایک میز بھی موجود تھا۔ ہر چیز پر گرد جمی تھی۔ ایسے میں

"وہ کیسے؟ یہاں کسی چیز پر بھی ہماری انگلیوں کے نشانات موجود نہیں ہیں۔ پھر بھلا پولیس ہمیں قاتل کس طرح سمجھ سکتی ہے۔ ہم تو پولیس کی مدد کے خیال سے فون کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ یہاں پہنچ کر اپنی کارروائی مکمل کر سکے، ورنہ ہو سکتا ہے انہیں صبح سے پہلے اس واردات کی خبر نہ ہو سکے۔ میں نے

کہا۔

”لیکن بھائی جان، آپ یہ کیوں بھولتے ہیں کہ جس شخص نے کھڑکی باہر سے بند کی تھی، وہ پولیس کو بھی فون کر چکا ہوگا اور اس کا بیان یہ ہوگا کہ اس نے اندر گڑ بڑ اور ہولناک قسم کی چیخ سُن کر کھڑکی باہر سے بند کر دی تھی۔ پھر پولیس کو فون کیا تھا، تاکہ مجرم بھاگ نہ جائے۔ کہنے کا مطلب یہ کہ پولیس تو اب سب سے پہلے والی ہی ہوگی۔ ہم سے پہلے وہ اس لیے نہیں پہنچ سکی کہ انہیں اندراج وغیرہ کر کے چلنا ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ لانسٹبلوں کو بھی تیار ہونے کا وقت دینا پڑتا ہوگا۔ آفتاب نے کہا۔

”خیر، اس صورت میں بھی ہمیں فون کر دینا چاہیے۔ یہ ہمارے حق میں بہتر ہوگا۔“

یہ کہہ کر میں فون کی طرف بڑھا ہی تھا کہ باہر ایک جیپ رکنے کی آواز سنائی دی۔ اور پھر بہت سے بھاری قدموں کی آواز گونج اٹھی۔ ہمارے دل دھک دھک کرنے لگے۔ ہم جلدی جلدی ایک طرف سمت میں کھڑے ہو گئے۔

”اندر جو کوئی بھی ہے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا کر باہر آ جائے۔ اگر ہماری ہدایت پر عمل نہ کیا گیا تو ہم فائرنگ شروع کر دیں گے۔ مکان کو پہلے ہی گھرے میں لیا جا چکا ہے۔“

”چلو بھئی ہاتھ اٹھا کر کھڑکی کی طرف۔“ میں نے ان سے کہا۔
اور پھر بلند آواز میں بولا۔
”ہم آرہے ہیں جناب، ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔
ہم نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا رکھے ہیں۔
اور ہمارے قدم کھڑکی کی طرف اٹھنے لگے۔“

میں لرزش تھی۔ جو اس کے خوف زدہ ہونے کا پتا دے رہی تھی۔
 "ہاں، یہ میں ہوں۔ ابھی تمہیں اور خوشی ہوگی۔ چلو بھئی، اندر
 چل کر دیکھیں، انہوں نے کیا گل کھلائے ہیں۔ جلالی نور نے طنز بھری
 آواز میں کہا۔

اور ہم سب لاش والے کمرے میں پہنچے۔ کمرے کا بغور معائنہ
 کرنے کے بعد جلالی نور نے کہا :

"اس مرتبہ تو پھر تم بہت بُری طرح بھنس گئے :
 "جی نہیں، آلہ قتل یہاں موجود ہے اور اس پر کسی کی انگلیوں
 کے نشانات موجود ہوں گے۔ اس صورت میں بھلا ہم کس طرح بھنس
 سکتے ہیں۔"

"ہاں، یہ بات تو ہے۔ چلو راشد، لاش کے کپڑوں کی تلاشی
 لو۔ شاید کوئی کام کی چیز مل جائے۔" اس نے اپنے اسسٹنٹ سے
 کہا۔

"جی بہتر۔ راشد نے کہا اور خود کو خون سے بچانے کی
 کوشش کرتے ہوئے لاش تک پہنچ گیا۔ اس نے جیبوں کی تلاشی
 لی اور کچھ چیزیں لے کر واپس پٹا۔ ہمیں اس کے ہاتھوں میں ایک
 شناختی کارڈ، ایک بٹوہ، چند کاغذات، گولیوں اور کیپولوں کا ایک لفافہ
 وغیرہ نظر آئے۔ جلالی نور نے شناختی کارڈ لے کر دیکھا اور بولا :

"یہ کارڈ ہوزی نمان نام کے آدمی کا ہے، لیکن کارڈ پر جو آواز

مردہ خانہ

کھڑکی کے سامنے پہنچ کر ہم نے سب سے پہلے ایک حوالدار کو
 دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔ اس کے پیچھے چند انسٹیبل کھڑے
 نظر آئے۔ بائیں ہاتھ دو آفیسر کھڑے تھے، لیکن وہ چونکہ ذرا
 ہٹ کر کھڑے تھے، اس لیے ہم ان کے چہرے نہ دیکھ سکے۔
 "تو تم نے قتل کیا ہے؟"

"جی نہیں، اتنا خوف ناک کام اتنے معصوم لوگ نہیں کر سکتے :
 آفتاب نے جلدی سے کہا۔

"اوہو، یہ آوازیں تو جانی پہچانی ہیں۔ ایک آفیسر کی آواز
 سنائی دی اور ہم چونک اٹھے۔ آواز جلالی نور کی تھی۔ اب وہ ہمارے
 سامنے آگیا۔ اس کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ تھی۔ اس کے
 ساتھ اس کا اسسٹنٹ راشد تھا۔

"ارے نفل جلالی یہ آپ ہیں۔ آپ کو یہاں دیکھ کر بے تحاشا
 خوشی ہوئی : آفتاب نے کہا۔ لیکن ہم نے صاف محسوس کیا، اس کی آواز

"دیکھیے انکل، ہم بھاگے تو نہیں جا رہے۔ اگر ہماری بات غلط ثابت ہو تو آپ ہمیں شوق سے گرفتار کرنے آ جائے گا۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"مجھے افسوس ہے، یہ نہیں ہو سکتا۔ تمہیں میرے ساتھ پولیس سٹیشن چلنا ہو گا۔ ایک طرف بیٹھ جاؤ اور ہمیں کارروائی مکمل کر لینے دو۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"جی بہتر۔" میں بولا اور پھر اسی کمرے کے ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ خون چونکہ بہت دور دور تک پھیل گیا۔ اس لیے فرش پر دیواروں کے پاس ہی جگہ بچی تھی۔ لاش کے آس پاس دو تین جگہیں ایسی ضرور تھیں، جو خون سے بچ گئی تھیں۔ ہم یہ دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہے تھے کہ اس پتلے دبے آدمی میں اتنا خون کہاں سے آ گیا۔ آخر ماہرین کو فون کیا گیا۔ ہمارا تحریری بیان لیا گیا۔ لاش کی تصویریں لی گئیں۔ خنجر اور شربت کی شیشی کو محفوظ کیا گیا۔ لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوانے کے بعد کہیں جا کر ہمیں وٹاں سے نکلنا نصیب ہوا۔ جب ہم پولیس سٹیشن پہنچے، رات کے تین بج رہے تھے۔ گویا دن نکلنے میں صرف تین گھنٹے باقی تھے۔ جذالی نور نے ہمارے ساتھ اتنی نرمی ضرور کی کہ ہمیں حوالات میں بند کرنے کی بجائے اپنے کمرے میں کرسیوں پر بٹھایا اور پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

"انکل، کیا آپ دن رات ڈیوٹی پر رہتے ہیں؟"

ہے، وہ اس شخص سے نہیں ملتی، جو ہمارے سامنے لاش کی صورت میں پڑا ہے؛ گویا یہ کارڈ کسی اور کا ہے۔ خیر، ہم اس کارڈ والے شخص کی مدد سے اس مقتول کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکیں گے۔ یہ کہہ کر وہ پرس کی طرف متوجہ ہوا، لیکن پرس میں سوائے چند کرنسی نوٹوں اور تھوڑی سی ریزگاری کے اور کچھ نہ تھا۔ کاغذ دیکھتے ہوئے وہ بڑبڑایا۔

"یہ تو کچھ ڈاکٹری نسخے ہیں۔ شاید یہ آدمی بیمار تھا، لیکن نسخے بھی جوزی خن کے نام کے ہیں۔ ارے ہاں، یہاں دوا کی ایک شیشی بھی تو موجود ہے۔ حیرت ہے، یہ شخص اس بوتل کو ساتھ کیوں لیے پھرتا ہے۔ اب یہ کوئی ڈاکٹر ہی دیکھ کر بتائے گا کہ ان نسخوں میں یہ شربت بھی موجود ہے یا نہیں۔ دوسری حیران کن بات یہ ہے کہ یہ شخص یہاں کیسے پہنچ گیا۔ یہ مکان تو برائے فروخت ہے۔ ہمیں فون کس نے کیا تھا۔ خیر، پہلے تو میں تمہاری کہانی سنوں گا۔ یہ کہہ کر جذالی نور خاموش ہو گیا اور ہمیں گھور گھور کر دیکھنے لگا۔ میں نے اسے سب کچھ بالکل سچ سچ سنا دیا۔ کوئی بات بھی نہ چھپائی۔

"ہوں ٹھیک ہے۔ اگر اس خنجر پر اس شخص کے نشانات موجود ہیں تو تمہاری بات کی تصدیق ہو جائے گی۔ اس صورت میں تمہارا اس قتل سے کوئی تعلق نہیں ہو گا۔ لیکن اس وقت تک تمہیں حراست میں رہنا ہو گا۔"

"کیا مطلب؟" اس نے ہمیں کھا جانے والے انداز میں کہا۔
 "جی، مطلب۔ کس بات کا مطلب؟ بس ہم اپنی ٹانگ نہیں
 اڑائیں گے۔ میں سہم کر بولا۔
 "ٹھیک ہے، اب تم جا سکتے ہو۔" راشد چلو بھئی، ہم ذرا کورڈ
 والے پتے پر ہو آئیں۔"

اور ہم تھانے سے باہر نکل آئے۔ جی بے تمنا چاہ رہا
 تھا۔ ہم بھی پولیس جیپ کا تعاقب کسی ٹیکسی میں کریں اور کورڈ
 والے پتے تک جا پہنچیں، لیکن وعدہ کر چکے تھے، اپنی ٹانگ نہیں
 اڑائیں گے، اس لیے گھر کی طرف چل پڑے۔ وہ رو کر خیال آ رہا
 تھا کہ نہ جانے چکر کیا ہے۔ مقتول کون ہے۔ وہ شخص کون تھا۔
 وہ اس مکان میں کس طرح پہنچ گئے تھے، جو ہم نے فر دخت تھا۔
 ہمارے ذہنوں میں کچھ ٹری سی کچتی رہی اور ہم گھر پہنچ گئے، پھر
 بے سہ سوئے رہے۔ آنکھ تو اس وقت کھلی جب امی جان جھنجھوڑ
 جھنجھوڑ کر اٹھا رہی تھیں۔

"کم بختو، اب تم نماز کی طرف سے اتنے بے بس ہو گئے،
 غضب خدا کا ساڑھے سات بج گئے اور چاروں گھوڑے بیچ کر سو رہے
 ہیں۔"

"قسم ے بیجی امی جان، ہم نے تو ایک گھوڑا بھی نہیں بیچا۔
 اشفاق نے نیند میں ڈوبی آواز میں کہا۔

نہیں، میں تو اس وقت سو رہا تھا جب فون ملا، لہذا اٹھنے پڑ
 رت کے وقت پولیس سٹیشن میں حوالدار باری باری ڈیوٹی پر رہتے ہیں
 اس نے کہا۔

"کیا آپ کورڈ والے پتے پر چیک نہیں کریں گے؟" اشفاق
 بول اٹھا۔

"سب کچھ کر دیں گا۔ پہلے یہ تو معلوم ہو جائے کہ خنجر کے دستے
 پر تم میں سے کسی کی انجلیوں کے نشانات نہیں ہیں۔"

ہم نے ہماری انجلیوں کے نشانات بھی لیے تھے، تاکہ موازنہ کیا جا
 سکے اور آخر ایک گھنٹے کے بعد رپورٹ موصول ہوئی۔ اس کے مطابق
 خنجر پر کسی شخص کی انجلیوں کے نشانات موجود تھے، لیکن وہ ہم میں سے
 کسی کے نہ تھے۔

"ٹھیک ہے، تم لوگ جا سکتے ہو۔ اور ماں، اس معاملے سے
 بے خبر رہنا۔ اگر ٹانگ اڑائی تو واپس نہیں کھینچ سکو گے۔
 اس نے کہا۔

"جی کیا چیز واپس نہیں کھینچ سکیں گے؟" آفتاب نے حیران
 ہو کر پوچھا۔

"ٹانگ۔ اس نے تیز آواز میں کہا۔

"بہت بہتر۔ ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں۔ کم از کم اس کیس
 میں اپنی ٹانگ نہیں اڑائیں گے۔ میں نے فوراً کہا۔

”بچتے بھی کہاں سے، کوئی تھا ہی نہیں، آفتاب بڑبڑا۔“
”میں کہتی ہوں اٹھو۔“

”ہم ہڑبڑ کر اٹھے۔ جب اتنی جان کو یہ بتایا کہ ہم رہے
جاگتے رہے ہیں، تو انہوں نے معاف کر دیا۔ قضا نماز پڑھ کر
ذبح ہوئے تھے کہ فون کی کھنٹی گنگناتے لگی۔ میں نے جلدی سے
ریسور اٹھایا۔“

”ہیلو، کون صاحب؟“

”جہلی نور بول رہا ہوں۔ تم شوکی ہو۔“

”آپ نے ٹھیک پہچان لیا۔ سائے کی رات کی واردت کے
بارے میں۔ میں نے خوش ہو کر کہا۔“

”میں نے جناب کو فون اس لیے نہیں کیا کہ واردت کے
بارے میں رپورٹ پیش کروں۔ آپ ذرا تھانے میں تشریف لے آئیے،
اس نے بے نیلے درز میں کہا۔“

”جی، جی تھانے، اتنے صبح سویرے۔ آخر کہاں آیا میں ہمارا
خدا۔ خلاق، خالق اور آفتاب کے علاوہ اتنی باتیں بھی میری
دست متروک ہوئیں۔ اسی وقت آج بھی وہاں آئے وہ عین
نور ہوئے۔“

”یہ تم سب فون سے گزالیں جمع ہو۔“

”جی، جی وہ تھانے میں نے کہا کہ یہ وہ عین وہ عین

”رکھا۔“

”کیا کہا، جی وہ تھانے۔ جہالی نور کی آواز سنائی دی۔“

”جی میں نے آجوں سے بات کرنے لگا تھا۔“
”پہلے مجھ سے بات کرو۔“ اس نے تو تم چاروں فوآن تھانے پہنچ

جاؤ۔ میں تمہیں ایک زوردار پتہ دکھانا چاہتا ہوں۔“
”جی جی، یہ آپ ہم سے درخواست کرو رہے ہیں، کیا نہیں

علم دے رہے ہیں۔ میں نے ٹرے ٹرے افواہیں سنا کر
”کیا جو س ہے۔ میں اور تم سے درخواست کروں گا۔“

”علم ہے، فوآن تھانے پہنچو، ورنہ زبردستی ہو جائے گا۔“
”شش، شکریہ۔ اس کی ضرورت نہیں، جی فوآن تھانے

ہیں۔ میں نے جہاں کہا۔ اور سیدہ رہ کر انہیں بتایا۔“
”یہاں یہی نور تھیں، جوں جوں وہاں پہنچتے تھے کہ وہاں

ہو کر ہوئے۔“

”میں نے انہیں رات کی واردات کے بارے میں بتایا، اور
”تم نے انہیں رات کی واردات کے بارے میں بتایا، اور
پھر ہوئے۔“

”آؤ چلیں، ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔“

”جی، لیکن چھٹا کہاں ہے؟“

”تینم میں سے اس نے پھر پتہ۔“

"مل، لیکن جناب۔ ہم تو گناہوں سے ہمیشہ بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ رشتہ سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔ پانچ وقت کی بڑھتے ہیں اور روزے بھی رکھتے ہیں، جوں ہی طاقت ہوئی، بھی کمریں گے، پھر بھلا ہم آپ کے ساتھ جہنم میں کس طرح جا رہے ہیں۔ آفتاب نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"خاموش، میں زیادہ باتیں پسند نہیں کرتا۔"

"آپ نے اچھا کیا، یہ بات بتادی، ورنہ آفتاب تو آپ دماغ چاٹ لیتا۔ اخلاق جلدی سے بولا۔

"اس کی کیا مجال کہ میرا دماغ چاٹ سکے۔" جلالی نور نے اخلاق کو گھورا۔

"جی، جی۔ وہ۔ وہ۔ میرا مطلب تھا۔۔۔" اخلاق ہلکا رہ گیا۔

"اپنا مطلب اپنے پاس رکھو اور اب چلو۔"

اس نے ہمیں اپنی جیب میں پھلی سیٹ پر بٹھایا اور خود سیٹ پر بیٹھ کر جیب سٹارٹ کر دی۔ ہم حیران تھے، وہ ہمیں کہا۔ "اے ارا ہے۔ دل ہی دل میں ڈر بھی رہے تھے کہ بس آیا ہی چاہتی ہے کہ نئی مصیبت۔ اور پھر جیب رک گئی۔ ہم نے دیکھا جس عمارت کے سامنے جیب رکی تھی، اس کی پیشانی پر مردہ کا لکھا تھا۔

"یہ۔ یہ آپ ہمیں مردہ خانے کیوں لے آئے ہیں؟ میں نے گھبرا کر کہا۔

"بس دیکھتے جاؤ۔"

آخر ہم اس کے پیچھے چلتے اندر داخل ہوئے۔ مردہ خانے کی سرد ہوانے ہم پر کپکپی طاری کر دی۔

"یہ۔ یہ جہنم، اتنا سرد کیسے ہو سکتا ہے۔" اشفاق نے ڈری ڈری آواز میں کہا۔

جلالی نور ایک میز کے قریب رک گیا۔ اس ہال میں بے شمار میزیں رکھی تھیں۔ ان میں سے چند پر مردے رکھے تھے، جنہیں سفید چادروں سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔ جلالی نور نے مردے پر سے کپڑا ہٹا دیا۔ ہمارے سامنے ایک لاش پڑی تھی، لیکن اس شخص کو ہم نے آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"میرا خیال ہے، تم اس شخص کو جانتے ہو۔" جلالی نور کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

"آپ کا خیال غلط ہے۔ ہم اس شخص کو زندگی میں پہلی بار دیکھ رہے ہیں، لیکن اب یہ بے چارا شخص کہاں رہا۔ یہ تو اب مردہ ہے۔"

"ہاں، اسے کسی نے رات نجنر سے ہلاک کیا ہے۔ تمہیں بھی اس مکان میں پایا گیا تھا۔ جلالی نور مسکرایا۔

کیا کہ رہے ہیں آپ بڑا میں نے بوجھ کر کہا۔

یہ — یہ وہ آدمی نہیں ہے — ہم نے اس کا چہرہ بہت ہی
دیکھا تھا: اشتقاق بولا۔

یہ وہی آدمی ہے — بعد میں جب اس کے چہرے کا بڑا
یہ کیا تو چہرے پر ایک پ کے متناظر پائے گئے۔ یہ ایک پ
تارنے کے بعد جو پڑا سامنے کیا، وہی تھا، اس وقت تھا
سامنے تے۔ اسے ایک پ کے متناظر پائے گئے۔

اور ہم دھک سے رہ گئے — معاملہ ہماری سمجھ میں نہیں
تھا۔ اور ہم یہ بھی سوچ رہے تھے کہ اگر یہ وہی آدمی ہے
یہ تھا۔ اس وقت اس نے کہا:
اب اب پھر قہانے ہمیں نے

جی اب پھر قہانے جانے کی کیا ضرورت ہے؟ آفتاب
نے گھبرا کر کہا۔

ابھی معلوم ہو رہا ہے اس نے کہا اور ادا دے کی
طرت مڑ گیا۔

بیسپ میں بیٹا کر قہانے پہنچے اور وہی آدمی قہانے پہنچا
— سامنے ہاکھڑے چہرے، عزت میں پڑا سات، وہی آدمی قہانے پہنچا
ان میں سے ایک — نہ سے ہاں ہی ہاں ہی تھا، وہی آدمی قہانے پہنچا
نہ سے ہاں ہی ہاں ہی تھا، وہی آدمی قہانے پہنچا

کوکے بلایا تھا اور پھر ہماری ہدایت میں ڈاکو نے کی رہتے جانے
تھا۔



میں نے آدمی اور آدمی قہانے پہنچے اور وہی آدمی قہانے پہنچا
— سامنے ہاکھڑے چہرے، عزت میں پڑا سات، وہی آدمی قہانے پہنچا
ان میں سے ایک — نہ سے ہاں ہی ہاں ہی تھا، وہی آدمی قہانے پہنچا
نہ سے ہاں ہی ہاں ہی تھا، وہی آدمی قہانے پہنچا

کیا مطلب بڑا میں نے جہان چوکر کہا۔

میں نے تم پر اس کو کسی کی درخواست پر پڑا سات، وہی آدمی قہانے پہنچا
— سامنے ہاکھڑے چہرے، عزت میں پڑا سات، وہی آدمی قہانے پہنچا
ان میں سے ایک — نہ سے ہاں ہی ہاں ہی تھا، وہی آدمی قہانے پہنچا
نہ سے ہاں ہی ہاں ہی تھا، وہی آدمی قہانے پہنچا

آپ کیا کتنا چاہتے ہیں: میں نے کہا کہ کہا۔
تو کچھ بھی نہیں تھا، اس سے بات ہو اور جب ناسخ ہو جائے تو
نہ سے ہاں ہی ہاں ہی تھا، وہی آدمی قہانے پہنچا
— سامنے ہاکھڑے چہرے، عزت میں پڑا سات، وہی آدمی قہانے پہنچا
ان میں سے ایک — نہ سے ہاں ہی ہاں ہی تھا، وہی آدمی قہانے پہنچا
نہ سے ہاں ہی ہاں ہی تھا، وہی آدمی قہانے پہنچا

”جی ہمتے میں نے منہ بنایا، پھر اس شخص کی طرف دیا۔“

”تو آپ کا نام باری ہے؟“

”ہاں، میرا نام یہی ہے، باری خان۔“

”فرایئے، آپ نے ہمیں یہاں کیوں بلایا ہے؟“

”میں چاہتا ہوں، آپ یہ کیس اپنے ہاتھ میں لیں۔“

”کون سا کیس؟“ میں نے برا سا منہ بنایا، کیونکہ اس شخص نے

مجھے بے تماشاً غصہ آ رہا تھا۔

”یہی قتل کا کیس۔ جس کے الزام میں مجھے گرفتار کیا گیا۔“

”ہے، لیکن میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس واردات سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔“

”قسم کھانے کی کوشش نہ کریں، کیونکہ عدالت میں قسمیں

کر کیس نہیں لڑے جاتے۔ جب آپ نے رات ہماری بات

مانی تھی، تو پھر اب ہمیں کیوں بلایا ہے؟“

”اس وقت میں یہی سمجھا تھا کہ بھاگ کر بچ جاؤں گا، لیکن

میری غلطی تھی۔ اس نے کہا۔“

”انسپکٹر جلدی نور، آپ تک کس طرح پہنچ گئے؟“

”شناختی کارڈ کے ذریعے۔ اس نے کہا۔“

مجھے یاد آ گیا، رات لاش کے کپڑوں میں سے ایک شے

کارڈ جی برآمد کیا گیا تھا، لیکن اس شناختی کارڈ پر تصویر لاش

نہ تھی، اس وقت میں نہیں کھتی تھی۔ اور اب مجھے یہ بات یاد آئی

تھی۔ دروازہ پر تصویر تھی، وہ اس وقت سے تھی جتنی تھی

شناختی کارڈ کے ذریعے، یہ صاحب نے انہی کے ہاتھ

دیا۔

”ہاں، انسپکٹر صاحب کو لاش کے کپڑوں سے یہ شناختی کارڈ

دیا۔ اس کارڈ پر پتہ تھا کہ یہ لاش کون سی تھی، لہذا بھائی نور صاحب

میں نے میرے ہاں پہنچے۔ دستک سن کر میں نے دروازہ کھولا اور

انہیں دیکھ کر کھرا کیا۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ پولیس

اتنی جلدی مجھے تک پہنچ جائے گی، پھر انہوں نے کارڈ مجھے دکھایا اور

پتہ دیا، اس شخص کو جانتا ہوں۔ میں نے کارڈ لیا اور پھر چونک اٹھا۔

کیونکہ کارڈ میرے بڑے بھائی کا تھا؟“

”کیا؟“ میں چلا اٹھا۔

”جی ہاں، اور پھر مجھے مردہ خانے لے جایا گیا۔ وہاں میرے

بھائی کی لاش موجود تھی۔ انسپکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ اس عمارت سے

لاش اٹھائی گئی، وہ یہی تھی اور اس وقت لاش کے چہرے پر

نیک اپ کیا ہوا تھا، پھر انہوں نے میری انگلیوں کے نشان حاصل

لیے اور خنجر پر پائے جانے والے نشانات سے مل کر دیکھا، لہذا اب

میں تواریت میں ہوں اور انسپکٹر صاحب کا کہنا یہ ہے کہ میں نے

خنجر سے ہائی کو خنجر سے ہلاک کیا ہے۔ جب کہ ایسا بہ گز نہیں ہے۔“

یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گیا۔

”لیکن آپ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے؟“
کہ آپ جائے واردات سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے، ہماری ایک
سنی تھی۔ اور آپ کی انگلیوں کے نشانات بھی خنجر پر موجود
ان حالات نے تو جناب آپ کو مکمل قاتل بنا دیا ہے۔

”خدا کے لیے آپ تو مجھے قاتل نہ کہیں۔ میں اپنے بھائی
قاتل نہیں ہوں۔ اس نے چیخ کر کہا۔

”اچھا خیر، تفصیل سنائیے۔ اس کے بعد ہی کچھ اندازہ ہو
گا۔ میں نے کہا۔

اور وہ تفصیل سنانے کے لیے تیار ہو گیا۔ اس کے ہونٹ

حیرت کا سامنا

”میں اور میرا بھائی جوزی ایک ہی گھر میں رہتے ہیں۔ ہم دونوں
پرائیویٹ اداروں میں ملازم ہیں۔ جوزی بھائی انگریزی ادویات بنانے
والی ایک فرم میں ملازم تھے اور بہت اچھی تنخواہ پا رہے تھے۔ وہ
وہاں اکاؤنٹنٹ تھے۔ کل صبح وہ معمول کے مطابق اپنی ڈیوٹی پر
گئے۔ عام طور پر ان کی واپسی شام کو چھ بجے ہوتی تھی۔ کل وہ چھ
بجے تک بھی واپس نہ آئے تو میں نے ان کے دفتر فون کیا۔ وہاں
سے پتا چلا کہ خود کو کمپنی کے ڈاکٹر کو دکھانے گئے ہیں۔ ان کی طبیعت
بہت دنوں سے خراب تھی۔ چند روز سے کھانسی کی کچھ زیادہ ہی شکایت
ہو گئی تھی اور یہ بھی ان کی غلطی کا نتیجہ تھا۔ دراصل وہ کچھ عرصہ
پہلے تک شراب پیتے رہے تھے، مجھ سے چھپا کر۔ ان کے ماں کوئی
بچہ نہیں تھا۔ بس اسی غم میں وہ شراب پینے لگے۔ کسی غلط دوست
لے انہیں یہ غلط بات بتادی کہ شراب غم کو دور کرنے میں مراد
ہے اور وہ شراب پینے لگے۔ جب مجھے پتا چڑا تو میں نے انہیں بھائی

میرے سمجھانے پر انہوں نے شراب سے توبہ کر لی اور اللہ کی طاعت کرنے لگے۔ نماز بھی باقاعدگی سے پڑھنے لگے، لیکن بے تحاشا شراب نے ان کے پیچھے کمزور کر دیے تھے اور اب کھانسی نے زور لیا تھا۔ لہذا میں سمجھ گیا کہ وہ خود کو ڈاکٹر کو کیوں دکھانے میں۔ رات کے آٹھ بجے تک بھی وہ واپس نہ آیا تو مجھے نا ہوئی۔ میں نے ادھر ادھر ان کے دوستوں اور اپنے رشتے داروں کو فون کیا، لیکن کسی جگہ بھی ان کی موجودگی کے آثار نہ ملے۔ اس طرح رات کے دس بج گئے۔ میں اور میرے بیوی بچے اور بھابی پریشان تھے۔ آخر فیصلہ کیا گیا کہ اگر وہ صبح تک واپس نہ آئے تو پولیس میں رپورٹ درج کرا دی جائے گی۔ رات کے ٹھیک بارہ بجے فون کی گھنٹی بجی۔ ہم سب جاگ ہی رہے تھے نیند ایسے میں کیا آتی۔ میں نے فون کا ریسپورس اٹھایا تو ایک آواز سنائی دی۔ کوئی کہہ رہا تھا، تمہارا بھائی، میری روڈ کی پانچویں گلی کے مکان نمبر ۱۰۸ میں موجود ہوں اور ایک پریشانی میں مبتلا ہو گیا ہوں، فوراً مدد کو پہنچو۔ اس وقت میں آواز پر توجہ نہیں دے سکا۔ ریسپورس رکھتے ہی بھاگا اور موٹر سائیکل پر واپس پہنچا۔ سائیکل میں نے گلی کے دوسرے سرے پر تاریکی میں کھڑی کی اور مکان نمبر ۱۰۸ کے سامنے پہنچا۔ دروازے پر تالا لگا ہوا تھا۔ پھر میری نظر کھڑکیوں پر پڑی۔ دونوں کھڑکیوں پر چٹخیاں لگی تھیں۔ میں نے ایک

کھڑکی کی چٹخنی گرائی، تو وہ کھل گئی۔ میں بے دھڑک اندر گس گیا۔ اندر مجھے وہ لاش نظر آئی، مگر میرا بھائی وہاں کہیں بھی نظر نہ آیا۔ بوکھلاہٹ میں میں نے خنجر بھی اس کے جسم سے نکال لیا اور اس طرح اس پر میری انگلیوں کے نشانات آ گئے۔ میں گھبرا کر بھاگ جانا چاہتا تھا، لیکن جب کھڑکی تک پہنچا تو اسے کسی نے باہر سے بند کر دیا تھا۔ اب تو میں بُری طرح چکرا گیا، اور تو کچھ نہ سوچا۔ ایسے میں آپ لوگوں کا خیال آ گیا۔ مکان میں فون موجود تھا اور ڈائریکٹری بھی، لہذا آپ کا نمبر تلاش کیا اور فون کر دیا۔ اس کے بعد کے واقعات تو آپ کو معلوم ہی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گیا۔

”اور اب پولیس کا خیال یہ ہے کہ آپ نے ہی اپنے بھائی کو ہلاک کیا ہے؟“ میں نے فکر مند ہو کر کہا۔

”ہاں، لیکن آپ ابھی طرح جانتے ہیں کہ میں قاتل نہیں ہوں؟“ اس نے جلدی سے کہا۔

”بھلا ہم یہ بات کس طرح جانتے ہیں؟“ اشفاق نے حیران ہو کر کہا۔

”اس طرح کہ جب آپ اس مکان تک پہنچے تو کھڑکیاں آپ کو باہر سے بند ملی تھیں؟“ اس نے کہا۔

”یہ تو خیر ٹھیک ہے، لیکن کھڑکی کوئی آپ کا ساتھی بھی تو باہر

ہوں۔ بالکل کرے گی۔ وہ مجھ سے ملنے کے لیے آئے ہیں۔

دل ہے۔
"خیر، ہم اس سے بھی مل میں لے۔ سب سے بہتر تو ہم
میں مکان کا ایک درپہرہ معائنہ کرنا چاہتے ہیں۔" اندر بذات دین
ہاں اپنی بیوی سے کہہ دیں کہ آپ کے لیے وکس بہ رخصت سے
غیر کسی کو نہ کرے۔ ان سے ہمارے بہت اچھے تعلقات ہیں۔

"بہت اچھا۔ ایسا ہی ہو گا۔"

ہم نے ایک ٹیکسی پکڑ لی اور مکان نمبر ۱۰۸ کی طرف روانہ ہوئے
مکان کے سامنے کوئی کانسٹیبل نہیں تھا۔ شاید پولیس اپنا کام مکمل کر
چکی تھی؛ چنانچہ ہم کھڑکی کے ذریعے اندر داخل ہو گئے۔ کوزرنے
والوں نے ہمیں گھور گھور کر دیکھا، لیکن ہم نے کوئی پروا نہ کی۔

کمرے کے فرش پر خون اب بھی اسی طرح پھیلا ہوا تھا۔ اب لاش کی
جگہ صرف فرش نظر آ رہا تھا۔ خون جم چکا تھا اور اس کی رنگت
سیاہی مائل سرخ تھی۔

"ایک پتلے دبے آدمی میں اتنا خون۔ عجیب بات ہے۔ میں
بڑبڑایا۔ یہ بات ہم پہلے بھی نوٹ کر چکے تھے۔"

"ہم نے ابھی تک اس عمارت کا یہی کمرہ دیکھا ہے، جب کہ
ہمیں پوری عمارت کا جائزہ لینا چاہیے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ
آخر مقتول یہاں کیا کرنے آیا تھا۔ آفتاب نے خیال ظاہر کیا۔

تہ بند کر سکتا تھا۔ صرف یہ ہے۔ پولیس کا خیال یہ ہوگا
آپ نے اپنے بھائی کے حق پر قبضہ کرنے کے لیے یہ جرم کیا
تو یہ بھی ممکن ہے کہ اس کو ہم میں آپ کا کوئی مددگار
ہو۔ میں نے کہا۔

"آپ جی یہ کہہ رہے ہیں۔ اس نے دیکھ بھی آواز میں
کہا۔

"جہاں نور کے پاس آپ کے خلاف ٹھوس ثبوت موجود ہے
آلہ قتل اور وجہ قتل دونوں ثبوت اتنے زبردست ہیں کہ شہ
بڑے سے بڑا وکیل بھی آپ کو نہیں بچا سکتا۔ ان حالات میں جب
ہم کیا کر سکتے ہیں۔ ہاں، آپ رات کے وقت بھاگے نہ ہوتے
تو ہم ضرور یہ سوچتے کہ آپ کو کسی نے پھنسانے کی کوشش کی
ہے۔"

"اور حقیقت بھی یہی ہے۔ اس نے جلدی سے کہا۔

"اب سوال یہ ہے کہ اگر ہم آپ کا کیس اپنے ماتھے میں
لے بھی لیں تو ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟ آفتاب بول اٹھا۔

"میں آپ کو معقول فیس ادا کروں گا۔ ہم دونوں بھائی غریب
آدمی نہیں ہیں۔ ہمارے پاس خاندانی دولت بنک میں جمع ہے۔
گزارا ہم ملازمت کر کے ہی کرتے ہیں۔"

"خیر کیا آپ کی بیوی ہماری فیس ادا کریں گی؟

نہایت پرستش و شکر ہے کہ میں نے اس

ہم ایک ایک لمحہ دیکھتے ہیں کہ اس میں کون سے
لوگوں کی طرف سے کیا کام ہو رہا ہے۔ کیا وہ
نیک نیت سے کام لے رہے ہیں یا نہیں۔ کیا وہ
حق کے لئے لڑ رہے ہیں یا نہیں۔

نت قدر : یہ تو یہ معلوم ہوتا ہے ۔ جیسے ہے جہت :
دعوتِ حق میں ، پھر مقتول زنی ہوئی ، وراثت یہ بے مورش بھی ۔
کے دے ۔ نہ کر نیچے ۔ نہ کیا ۔ نہ خیر جہولک دیا کیا ۔ میں نے
لائی کر کیا ۔

مفسر تو یہی ہوتا ہے۔ شوق نے مہر ملا۔

تم نے جہت کے ایک ایک پہلو جو بوزیا، ایکس خون کے
 زہور در قدموں کے عبادہ اور کوئی پینہ نہ آتی آخر ہم پھر کب
 در دات میں آئے .

نیز، خرقہ، تہری زیب میں ایک نخی سی شیشی ہوا کرتی ہے۔
اس نے پتہ مون کر رہا۔

”تو جیسے کے علاوہ کاتے۔ میرے ایک دوست نے تجھے
کے حوالہ پر دی تھی۔ جیب میں اس سے رکتا ہوں کہ کسی پرورد
جبر سے مجوز ہو تو اسے نیچے کرنا کے قریب کر ہوں۔ بہت ہی پیری
نوشہ ہے۔ اس نے فرس موکر کہا۔

نہ کر! تو، اس وقت مجھے اس کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔

پہلے کہ
 کیوں نہیں جانتے تھے اس نے فوراً کہہ دیا۔
 کیونکہ اس مرتبہ اس کی میں نے اس کا نام نہ لیا۔
 اور یہ زور درجہ کا ہے۔ اس میں سے کل گرفتیں ہیں۔

۱۰۱۰ : یہ آپ نے یہ یہ

بھئی، یہاں کی فضا بہت کندی سے میں نے مسکرا کر لیا۔
 لیکن ہمیں یہاں رہنا تو نہیں ہے، اور پھر میرے خیال میں
 یہاں بہت دیر تو، اعلیٰ کسوٹی نہیں ہو رہی۔ افسوس نے بلند
 کر کے نکلنے پھیلے۔

میں نے کوئی جواب دیے بغیر شیشی کو دو تین ہلکے دے دیے۔
 پھر فرش پر خون کے پاس اکر دوں بیٹھ گیا۔ وہ جا ہوا ڈھکنے کی طرف
 سے اس شیشی میں بھر دیا۔

”۔۔۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟“ قناب نے گڑبڑ سے

”آؤ چلیں، جو کرنا تھا کر چکے۔“

انہیں الجھن میں مبتلا چھوڑ کر میں بیرونی دوازے کی طرف
بڑے آخروہ جی میرے پیچھے آنے لگے۔ پڑا سہل کو میں نے یہ

ادھر دیکھا۔ مکان نمبر ۱۰۸ کے ساتھ ایک بڑی سی کوٹھی تھی۔
کے دروازے پر کوڑے کا ایک چھوٹا سا ڈرم رکھا تھا۔ اس میں
کے بہت سے پر نظر آئے۔

"یہ کوٹھیوں والے شاید روز ہی مرغ کھاتے رہتے ہیں" انہوں
نے برا سامنے بنایا۔

"کھانے دو، ہمارا کیا نقصان ہے۔" میں نے کندھے پر ہاتھ
کیا خیال ہے، ان کوٹھی والوں سے نہ ملا جائے۔ رات
کے ساتھ والے مکان میں ایک قتل ہوا، قتل سے پہلے ہنگامہ
انہوں نے آوازیں تو مزدور سنی ہوں گی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پورا
کو فون انہوں نے ہی کیا ہو اور خود کو ظاہر نہ کیا ہو: آذاب
تجویز پیش کی۔

"خیال تو اچھا ہے۔ آؤ۔"

میں نے کہا اور آگے بڑھ کر گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔ دروازہ
گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی اور پھر ایک نوجوان ملازم نے
کھولا۔

"جی فرمائیے۔" آپ کو کس سے ملنا ہے؟

"کوٹھی کے مالک سے۔" میں نے فوراً کہا۔ آفتاب۔
دروازے پر لگی نام کی تختی کی تلاش میں نظریں دھڑائی اور تختی
نام بڑھتے ہی بولا:

"یعنی مرٹھ میفلر سے۔"

"وہ اس وقت بہت مصروف ہیں۔ آج ان کے کچھ دوست
آنے والے ہیں۔ ان کی دعوت ہے یہاں۔" ملازم نے کہا۔
"ہم ان کا زیادہ وقت نہیں لیں گے۔ ہمیں بھی ان سے بہت
مزدوری مسئلے پر بات کرنی ہے۔"

"اچھا، اپنا کارڈ دے دیں، میں ان تک پہنچا دیتا ہوں۔"
"کارڈ، بمعنی کارڈ وارڈ تو ہم نے چھپوا نہیں رکھے۔ بس آپ یہ
کہ دیں کہ شوکی اینڈ کو کے نمائندے آئے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔" اس نے ہمیں عجیب سی نظروں سے گھورتے
ہوئے کہا اور پھر اندر چلا گیا۔ جلد ہی اس کی واپسی ہوئی۔

"چلیے جناب، صاحب آپ سے ملنا پسند کریں گے: ملازم نے
کہا۔ اور ہم اس کے پیچھے چلتے ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ اندر
ایک سرخ و سفید رنگ کا آدمی بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھیں نیلی تھیں۔ ایسا
معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی غیر ملکی ہو، لیکن چونکہ اس قسم کے نقوش
والے ہمارے ملک میں بھی پیدا ہوتے ہیں، لہذا ہم کوئی اندازہ نہیں
لگا سکے۔

السلام علیکم مسٹر مم، تم آفتاب کے ذہن سے اس کا نام
نکل گیا۔

"میرا نام مم مم نہیں ہے۔" اس نے آفتاب کو گھورا۔ بولا اردو

میں تھا۔

”یہ بعض اوقات ہکھلانے لگتا ہے مسٹر مفٹر۔“ اخلاق نے جلدی سے کہا۔

”مفٹر نہیں، میفلر۔“ اس نے اخلاق کو بھی گھورا۔

”اوہ، سوری۔“ اخلاق گھبرا گیا۔

”تم لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہو۔“ اس نے منہ بتایا۔

”رات آپ کے ساتھ والے مکان میں ایک آدمی کو قتل کر دیا گیا، یہ بات تو آپ کو معلوم ہوگی۔“ میں نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”بھلا معلوم کیوں نہ ہوگا۔ پولیس ہم سے اس سلسلے میں سوالات بھی کر چکی ہے۔“ اس نے کہا، پھر چونک کر بولا:

”لیکن آپ کون ہیں۔“ آپ کا اس معاملے سے کیا تعلق ہے؟

”ہمارا بھی اس معاملے سے کسی قدر تعلق ہے۔ ہم تو صرف جانتا چاہتے ہیں کہ رات آپ میں سے کسی نے ساتھ والے مکان میں گھر بڑ کی آوازیں تو نہیں سنی تھیں؟“

”بالکل نہیں، میں اور میرے گھر والے گری نیند سونے کے عادی ہیں۔“ میفلر نے کہا۔

”تو آپ نے کسی پیچ دیخ کی آواز بھی نہیں سنی۔“ میں نے بے یقینی کے عالم میں پوچھا۔

”نہیں، بالکل نہیں۔“ اس نے ہرزور انداز میں کہا: بس یا

کچھ اور پوچھنا ہے۔ میں اس وقت بہت مصروف ہوں۔ میرے کچھ دوست آنے والے ہیں۔ اور میں ان کے لیے کھانا تیار کرا رہا ہوں لیکن میں حیران ہوں کہ تم لوگ اس کیس کے سلسلے میں پوچھ گچھ کیوں کرتے پھر رہے ہو، کیا تمہارا تعلق پولیس سے ہے؟

”جی نہیں، پولیس سے تو نہیں۔“ مقتول کے چھوٹے بھائی سے ضرور ہمارا کچھ تعلق ہے۔ پولیس نے اسے اپنے بڑے بھائی کے قتل کے شبے میں گرفتار کر لیا ہے۔ جب کہ ہمارا خیال ہے کہ وہ بے چارا قاتل نہیں ہے۔“

”ہوں، تو یہ بات ہے، بہر حال میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔“

”شکریہ جناب، ہم نے آپ کو بلاؤتہ تکلیف دی۔“ یہ کہہ کر ہم واپس مڑے اور باہر نکل کر بیرونی دروازے کی طرف چل پڑے۔

ایک چھوٹی سی بچی پھولوں کے پودوں کو پانی دے رہی تھی۔ میں کچھ سوچ کر اس کے قریب رک گیا۔

”کیا تم مالی کی بیٹی ہو؟“

وہ تیزی سے ہماری طرف مڑی۔ حیرت بھرے انداز میں یہیں دیکھتی رہی۔ پھر اس نے کہا:

”ہاں، میں ایک مالی کی بیٹی ہوں۔“

”اور وہ اسی کوٹھی میں کام کرتے ہیں۔“

بیمار تھے۔

انہیں معمولی سی مے کی شکایت تھی۔ ویسے باطل ہے چنے تھے۔ بس ایک دن میں جاگی تو وہ پڑے سوتے رہ گئے۔ دروازہ روز وہ فجر کے وقت اٹھتے تھے۔ مجھے بھی اٹھاتے تھے۔ تاکہ میں بھی نماز پڑھ سکوں۔ ان کا مردہ اور نیک چہرہ مجھے آج تک یاد ہے۔

دلوں پر بھاری بوجھ لیے ہم وہاں سے چلے آئے۔ آج دہری خان کی وجہ سے ہم سکول بھی نہیں جاسکے تھے۔ گھر پہنچ کر دفعتاً دروازہ کھولا ہی تھا کہ فون کی کھنٹی بجنے لگی۔ میں نے جلدی سے ریسور اٹھایا۔ تو دوسری طرف سے اکبر اشور کی آواز سنائی دی:

”بھئی، اس بار بست مشکل ہوگئی ہے۔ تھوڑا سا ہے تم لوگوں نے۔ اور ساتھ میں مجھے بھی ابھنا دیا ہے۔ وہ شوخ آواز میں کہہ رہے تھے۔“ جی کیا مطلب؟“ میں نے چونک کر کہا۔ اشفاق، اخلاق اور آفتاب بھی اپنے کان ریسور کے قریب لے آئے۔

”شاید میں مسٹر باری کی ضمانت نہ کرا سکوں۔ پولیس نے اس کے خلاف بہت مضبوط کیس تیار کر لیا ہے۔ سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ اس خنجر پر اس کی انگلیوں کے نشانات موجود ہیں۔ دوسری شکل یہ ہے کہ وہ مقتول کا چھوٹا بھائی ہے اور عام طور پر چھوٹے بھائی اپنے بڑے بھائیوں کو پسند نہیں کرتے۔ قسری مصیبت یہ ہے کہ بھائی

نہیں، اب وہ جنت میں پودے لگاتے ہوں گے۔“

”کیا عجب؟“ ہم چونک اٹھے۔

”میرے بابا چچہ وہ پہلے مر گئے تھے، پھر انہیں دفن کر دیا۔ بابا زندگی میں کہا کرتے تھے کہ مرنے کے بعد آدمی یا جنت میں جائے گا یا دوزخ میں۔ دوزخ میں آگ میں جانا ہوا لیکن جنت ایک بہت ہی خوب صورت باغ ہوگا۔ اس میں قسم قسم کے پودے اور پھول ہوں گے۔ یہ کہتے وقت اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔“

”کیا وہ اسی کوٹھی میں بطور مالی ملازم تھے؟“ اشفاق نے درد بھری آواز میں پوچھا۔

”ہاں۔ وہ بولی۔“

”تو کیا ان کوٹھی والوں نے اب تمہیں بطور مالی رکھ لیا ہے؟“ اشفاق نے حیران ہو کر کہا۔

”بابا کو انہوں نے ایک کوارٹر دے رکھا تھا۔ میں اور وہ اس کوارٹر میں رہتے تھے۔ ان کے مرنے کے بعد میں کہاں جاتی، لہذا انہوں نے مجھے پودوں کو پانی دینے کا کام سونپ دیا۔ بس دو وقت کی روٹی دے دیتے ہیں۔“

”اوہ، تمہاری کمائی سن کر بہت دکھ ہوا۔ کیا تمہارے بابا

نے اپنی وصیت بھی لکھوا رکھی تھی۔ اس کا وصیت نامہ اس کے پاس موجود ہے اور اس کی رو سے اس کے سارے بڑے مالک باری خان ہی بنتا ہے، لہذا پونیس کا یہ خیال ہے کہ بھائی نے بڑے بھائی کی دولت حاصل کرنے کے لیے یہ کام کیا۔ اور یہ کام کرتے وقت اپنی انگلیوں کے نشانات بھائی پر چھوڑ دیے۔ میں نے طنز بھری آواز میں کہا۔

”شاید وہ نشانات کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔“

”وہ ایک پڑھا لکھا آدمی ہے۔ عدالت اس بات کو تسلیم نہیں کرے گی کہ اسے انگلیوں کے نشانات کے بارے میں معلوم نہ تھا۔“

”اس کیس میں سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ مقتول اس مکان میں کیا کرنے گیا تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر کہا۔“

”لیکن اس سوال کا جواب ہم اس سے معلوم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ مر چکا ہے۔“ اکبر رائٹھورڈ نے سر د آہ بھری۔

”توڑی کہاں کام کرتا تھا۔ ہم یہ بات معلوم کرنا بھول گئے۔ آپ نے تو ضرور پوچھا ہو گا۔“

”ہاں، وہ ادویات تیار کرنے والی ایک کمپنی میں ملازم تھا۔“

اس کا نام سیون سینر ڈرگ کمپنی ہے۔“

”شکریہ، ہم اس کیس میں کوئی کسر اٹھا نہیں رہیں گے۔ آپ بے فکر رہیں۔ میں نے کہا۔“

”لیکن میرا خیال ہے تم اس بار ناکام ہو جاؤ گے۔ کیوں کہ قاتل باری خان ہی ہے۔ خود میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔“

”دیکھیے جناب، یہ تو ایک بہت خطرناک بات ہے کہ آپ بھی اسے قاتل خیال کرتے ہیں۔ اس صورت میں آپ اس کی وجہ سے کس طرح کر سکیں گے۔“

”میری پوری کوشش یہ ہوگی کہ ملزم کو شک کا فائدہ حاصل ہو جائے۔“

”خیر، ہم دیکھتے ہیں کہ کیا کر سکتے ہیں۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی میں نے اکبر رائٹھورڈ کو خدا حافظ کہا اور ریسور رکھ دیا، پھر آفتاب سے بولا :

”آفتاب، تم ایک کام کرو۔ فوراً واردات والے مکان تک پہنچو اور مالک مکان کا نام اور پتہ نوٹ کر لاؤ۔ ہمارا اس سے منہ بھی ضروری ہے۔“

”لیکن ابھی تو ہم وہاں تھے۔ اس وقت آپ کونام اور پتہ نوٹ کرنے کا خیال کیوں نہ آیا۔“ آفتاب نے بڑا سامنے بنایا۔

”آؤ ہم سیون سینر ڈرگ کمپنی ہو آئیں۔ میں نے اٹھتے ہوئے

کہا۔“

آفتاب کے بغیر جاتے کیا اچھے گیس گے : اشتاق پور۔

”کیا مطلب؟“ میں چونک اٹھا۔

”مطلب یہ کہ وہ ساتھ ہوتا ہے، تو ذرا لطف رہتا ہے۔“

نے کہا۔ اسی وقت امی جان کی آواز سنائی دی :

”ہائیں، تم لوگ آج سکول نہیں گئے۔“

”جی نہیں امی جان، ایک مذوری معاملہ پیش آ گیا ہے۔“

افسوس ہے۔

”معلوم ہوتا ہے، کسی کیس میں الجھ گئے ہوں۔“ فیس ولس بھی

وصول کر لی ہے یا نہیں۔ انہوں نے ہمیں بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

”اوہ، فیس وصول کرنا تو ہم بھول ہی گئے۔“ میں نے بوجھ

کر کہا۔

”شوکی، تم اور تمہارے بھائی کبھی بھی اچھے کاروباری آدمی

نہیں بن سکو گے۔ بس اپنے آبا جان کی طرح ہی رہو گے۔“

”یہ میرا کیا ذکر ہو رہا ہے جیسی۔“ امی جان کے پیچھے سے

آبا جان کی چپکتی آواز سنائی دی۔

”تو یہ کیسے، چھپ چھپ کر میری باتیں سنی جا رہی ہیں۔“

امی جان تنک کر بولیں۔

”مجھے چھپ کر باتیں سننے کی کیا ضرورت ہے بھلا۔ دن رات

تمہاری باتیں چھپے بغیر ہی تھوک کے حساب سے سننا پڑتی ہیں۔ آبا جان

بے چارگی کے عالم میں بولے اور ہم مسکرا کر رہ گئے۔

”صاحب زادے، اب کیس کی فیس تک لینا بھول جاتے ہیں،

وہاں کہ کیس لینے سے پہلے انہیں فیس وصول کرنی چاہیے۔“

”آپ نکر نہ کریں امی جان، ہم اسی وقت فیس وصول کرنے

جارے ہیں۔“ میں نے بوجھ کر کہا۔

”میں غلط تو نہیں کہہ رہی۔ تم کسی کلام کے بھی بیویا بالکل

نکلتے ہی ہو۔“ انہوں نے کہا اور واپس مڑ گئیں۔ آبا جان اپنی جگہ پر

جے کھڑے رہے۔

”کیا آپ نہیں چلیں گے اندر، یہیں کھڑے رہیں گے۔“ وہ

ان کی طرف مڑیں۔

”تم چلو بیگم، میں ابھی آتا ہوں۔“ انہوں نے مسکرا کر کہا اور

جب امی جان کے قدموں کی آواز ختم ہو گئی تو وہ دبی آواز میں

بولے :

”کیا وہ غریب آدمی ہے، جس کا کیس اس مرتبہ تم نے لیا ہے۔“

”جی، جی نہیں۔ اسی تو کوئی بات نہیں آبا جان۔“

”چلو خیر، پھر تو ٹھیک ہے۔ کتنا میں یہ چاہتا تھا کہ غریبوں

کا کام فیس کے بغیر ہی کر دیا کرو۔ کچھ آخرت کے لیے بھی ذخیرہ

کر لو۔ دولت کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ سب کچھ تو یہیں پڑا رہ جائے

گا۔“

”تو یہ باتیں بتانے کے لیے آپ یہاں رک گئے تھے۔“ اقی نے
کی جھنجھلائی ہوئی آواز ہمارے کانوں سے ٹکرائی۔

”ارے ارے نہیں، ایسی کوئی بات نہیں۔ دیکھو بیٹو، اپنی
فیس کے مسئلے میں پوری طرح سخت رہا کرو۔ سن لیا؟ انہوں
نے بلدی جلدی کیا۔

”جی ہاں، آبا جان، اہی طرح سن لیا اور سمجھ بھی لیا۔ ہم
ایک ساتھ بوئے۔

”ہاں ہاں، میں ابھی طرح جانتی ہوں۔“ اقی جان نے ہرچیز
ہوئے کہ اور دونوں آگے پیچھے چلتے اندرونی حصے کی طرف چلے گئے۔
ہم مسکراتے ہی رہ گئے۔

اور پھر ہم آفتاب کے واپس آنے پر اٹھ کھڑے ہوئے۔
”بس آفتاب، اندر آنے کی کوشش نہ کرو۔ ہم ایک جگہ
چل رہے ہیں۔“ میں نے کہا۔

”اور اس ایک جگہ کا نام کیا ہے؟“
”پتہ تم سب کو، ایک مکان کا نام اور پتا نوٹ کر لانے کا
یہ لوگوں کا مشاغل نام تھا۔ جاتے ہی وہاں سے نام اور پتا
نوٹ کر لیتے۔ یہاں ایسا کرتے وقت مجھے کچھ لوگوں نے کچھ ممبروں
کو دیکھا۔ وہ لوگ شاید وہاں سے گزرتے تھے۔ وہاں سے جانے
نہ تھے۔“

”خیر، کوئی بات نہیں۔ پتا نوٹ کر کے تم نے کوئی جرم نہیں
کیا۔ مکان خریدنے کے لیے کوئی شخص بھی وہاں کھڑے ہو کر پتا
نوٹ کر سکتا ہے۔“ میں نے کہا اور پھر ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔
”کہاں کا ارادہ ہے؟“

”پہلے جوزی کی بیوہ سے ملاقات کریں گے، تاکہ فیس کا
معاملہ طے ہو سکے۔ پھر سیون سیز ڈرگ کمپنی جاتیں گے۔
”یہ کیا بلا ہے؟“

”ادویات تیار کرنے والی ایک فیکٹری۔ جوزی اس کمپنی میں
موزم تھات۔

”جہاں ہم وہاں جا کر کیا کریں گے؟“ آفتاب نے یہ انہی کو کہا۔
”پتا سنیں، ہم وہاں جا کر کیا کریں گے، اس کے بعد ہم ایک
مکان سے بھی ملیں گے۔“

”اور جب ہمیں پتا ہی نہیں کہ فیکٹری جا کر کیا کریں گے تو وہاں
کیوں رہتے ہیں؟“ آفتاب نے انہیں سنا لیا۔

”بھئی، اب کچھ نہ پوچھ تو کریں گے ہی۔“ ماتھ پر ماتھ کھڑک
بٹھنے سے تو کسی عمل ہو گا نہیں۔“ شفاق بولا۔

”یہاں کیا ہے؟ ہم اس کمپنی میں کیا کرنا چاہتے ہیں؟“
”چھو جی، اس کا پتا یہ ہے۔“

ٹیکسی جوزی کے مکان کے سامنے رک گئی۔ دونوں بجائی اور
 ہی مکان میں رہتے تھے۔ دروازے پر دستک دی تو ایک لڑکھن
 دروازہ کھولا۔ اس کی آنکھیں روتے روتے سرخ ہو گئی تھیں۔
 "کیا تم باری صاحب کے بیٹے ہو؟"

"جی ہاں! اس نے کہا۔"

"اچھا تو اپنی اتنی سے کہو، شوکی اینڈ کو کے کارندے آئے ہیں۔
 "جی بہت بہتر۔ لڑکے نے کہا اور واپس مڑ گیا۔"

بند ہی ہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا گیا، پھر دو عورتیں روز
 ہوئی اندر داخل ہوئی۔

"میں بیگم باری ہوں، فرمائیے۔ اس نے کہا، آنکھیں سرخ تھیں۔
 "آپ کے شوہر نے ہیں حوالات میں بلایا تھا۔ میں نے نہ
 شروع کیا ہی تھا کہ وہ خود ہی بول پڑی۔"

"ہم جانتے ہیں، ابھی ابھی حوالت سے ہو کر آرہے ہیں۔
 "آپ کی فیس کا معاملہ ہے۔ بتائیے، آپ کی فیس کتنی ہے؟"
 "اس بات کو چھوڑیے اور یہ بتائیے، آپ کتنی فیس آمان
 سے دے سکتی ہیں؟"

"جی کیا مطلب؟"

"اگر میں یہ کہوں کہ اس کیس میں ہم دس ہزار روپے فیس
 میں گئے تو کیا آپ دس ہزار روپے دے سکیں گی، جب کہ ہم

آپ کو یہ یقین بھی نہیں دلا سکتے کہ آپ کے شوہر کو بے گناہ ثابت
 کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"ہاں، میں اس صورت میں بھی آپ کو دس ہزار روپے
 کرنے کو تیار ہوں۔ کیونکہ میرے شوہر کی ہدایت یہی ہے۔ انہیں
 آپ پر پوری طرح اعتماد ہے۔ اس کے بعد مجھے ابہرہ راتھوڑا صبح
 کی فیس ادا کرنی ہے۔"

"اچھا تو پھر آپ یوں کریں، ہم سے ایک سودا کریں۔ یہی
 نے عجیب سے انداز میں کہا۔"

"سودا، کیا مطلب؟ کیسا سودا؟ وہ چونک اٹھیں۔"

"اگر ہم آپ کے شوہر کو بے گناہ ثابت کرنے میں کامیاب
 ہو گئے تو ہم آپ سے پانچ ہزار روپے لینے کے حقدار ہوں گے اور
 اگر کامیاب نہ ہو سکے، تو کوئی پیسہ نہیں یں گے۔"

"یہ۔۔۔ یہ کیسی شہ دہے۔ میں تو آپ لوگوں کو اسی وقت دس
 ہزار روپے دینے کے لیے تیار ہوں۔ یہی ہدایت میرے شوہر کی بھی
 ہے۔"

"ٹھیک ہے، لیکن ہم اپنے اصول کے ہاتھوں مجبور ہیں۔ دس
 ہزار روپے نہیں لے سکتے۔ پانچ ہزار بھی کامیابی کی صورت میں
 یں گے۔"

"جیسے آپ کی مرضی ہے۔ اس نے حیران ہو کر کہا۔"

اب ہم آپ دونوں سے صرف چند سوال کرنا چاہتے ہیں۔
 آپ جواب دینا پسند کریں گی؟
 ضرور، کیوں نہیں؟ دونوں ایک ساتھ بولیں
 "بیگم باری صاحبہ، کیا آپ کے شوہر اپنے بڑے بھائی کے ذرا
 ہو سکتے ہیں؟"
 "ہرگز نہیں۔ اس نے کہا۔"

"اب میں آپ سے سوال کرتا ہوں۔ کیا آپ کے دلورہ
 کے خاندان کے قاتل نہیں ہو سکتے؟"
 "نہیں، یہ ناممکن ہے۔ دونوں بھائی ایک دوسرے پر
 پھڑکتے تھے، بیوہ جوزی نے روتے ہوئے کہا۔
 "تب پھر ان کا قاتل کون ہو سکتا ہے۔ کیا کسی کو ان
 دشمنی تھی؟"
 "بالکل نہیں۔"

"سننا ہے، وہ کچھ بیمار تھے ان دنوں؟"
 "ہاں، کل دفتر ہاتے وقت انہوں نے بتایا تھا کہ فارغ ہو کر
 وہ ڈاکٹر کے پاس بھی جائیں گے۔"

"وہ کس ڈاکٹر سے اپنا علاج کرا رہے تھے؟"
 "ڈاکٹر خالہ غازی سے۔ ان کا کلینک رضی روڈ پر ہے۔"
 "بہت بہت شکریہ، اب ہم چلیں گے۔ آپ لوگ خدا پر ہوں۔"

بھیس، خدا کا ذکر کرتے رہیں۔ اس کی عبادت پوری دیکھوئی سے
 کریں گے۔ انشاء اللہ وہ آپ کو اس پریشانی سے اس دن نکال
 دے گا، جیسے مکھن میں سے بال نکل آتا ہے۔
 میرے ان الفاظ پر آفتاب کا منہ بن گیا۔ کیونکہ اسے ہم
 گھر میں مکھن کہہ کر بلاتے ہیں۔ باہر نکلتے ہی اس نے دفاع کیا۔
 "یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ مکھن میں سے بال نکل
 آئے گا۔"

"میری مراد تم سے نہیں، کھانے والے مکھن سے تھی۔ میں
 نے مسکرا کر کہا۔"

اب ہماری منزل سیون سیز ڈرک کپنی تھی۔ یہ ایک بہت
 مشہور کپنی تھی۔ ڈرائیور کو پتا بتانے کی ضرورت بھی پیش نہ آئی،
 اور اس نے پندرہ منٹ کے بعد ہمیں اس کے سامنے پہنچا دیا۔ کیٹ
 کا رخ کرتے ہوئے ہم پریشان تھے کہ یہاں کیا کرنے آئے ہیں۔
 اور کس سے بات کرنے آئے ہیں۔ آخر گیٹ کپہر سے کہا:

"ہم مسٹر جوزی کیشیر سے ملنا چاہتے ہیں۔"
 "کیا آپ اخبار نہیں پڑھتے؟" کیٹ کپہر نے جہتا کر کہا۔
 "جب فرسٹ نہیں ملتی تو نہیں بھی پڑھتے؟" آفتاب نے کہا۔
 "تو پھر بنا کر اخبار پڑھو۔ ان بے چارے کو کسی نے قتل کر
 دیا ہے۔"

”اس صورت میں ہم ان کے آفسر سے مل لیں گے۔ ہمیں ان سے

ذاتی کام نہیں ہے۔“
”اندر چلے جائیں۔ دائیں ہاتھ ایک کیبن ہے۔ وہاں ایک
کمرہ بیٹھا ہے اس سے فارم لے کر پر کریں، پھر وہ آپ کی ماہی
لابندوبت کر دے گا۔“

”جی ہر، شکریہ۔ ہم اندر داخل ہوئے۔
تقریباً پانچ منٹ کی گزر رہی تھی کہ بعد ہم ایک موٹے سے آدمی
کے سامنے بیٹھے تھے اور وہ ہمیں اس طرح گھور گھور کر دیکھ رہا تھا جیسے
ہم اس دنیا کی نہیں کسی دوسری دنیا کی مخلوق ہوں۔“

”آپ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں؟“
”مسٹر جوزی کے سلسلے میں۔ ہم یہ جانتا چاہتے ہیں کہ وہ کیا
آدمی تھا۔“

”یہیں آپ کیوں؟ بات معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کا اس
معاہدے سے کیا تعلق؟“

”ہم اس کیس کی تفتیش کر رہے ہیں۔ ہمارا تعلق شوکی اینڈ کو
تے ہے۔ شاید آپ نے جی اس کمپنی کا نام سنا ہوگا۔“

”نہیں، میں نے نہیں سنا۔ جوزی بہت ایماندار آدمی تھا۔ اس
نے کبھی ایک ہنسے کی بے ایمانی نہیں کی تھی۔ اس نے جواب دیا۔“

”آپ اس کمپنی کے اکاؤنٹ میں؟“

”ہاں۔“

”جوزی صاحب یہاں کتنے عرصے سے کام کر رہے تھے؟“

”تقریباً پانچ سال سے۔“

”اور پانچ سال کے دوران انہوں نے کوئی شکایت کا موقع

نہیں دیا؟“

”نہیں۔“ اس نے اکتا کر کہا اور ہم اٹھ کھڑے ہوئے۔

جب ہم فیکٹری سے باہر نکل رہے تھے تو ہم نے ایک کار کو
فیکٹری کے گیٹ میں داخل ہوتے دیکھا۔ اس کار کی پچھلی سیٹ پر
بیٹھے آدمی کو دیکھ کر ہماری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس آدمی نے
بھی ہمیں دیکھ لیا اور اس کی آنکھیں بھی حیرت سے پھلتی چلی گئیں۔
کار میں مسٹر میفلر بیٹھے تھے۔

"یہ بات بتانے کی ضرورت بھی کیا تھی، جب کہ اس قتل کا فیکٹری سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"کیا آپ نے پولیس کو بھی یہ بات نہیں بتائی۔ اخلاق نے کچھ سوچ کر پوچھا۔ مسٹر میفلر نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر کہا:

"نہیں، میں نے پولیس کو بھی نہیں بتائی یہ بات تھی۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ یہ چیز پولیس کے علم میں آجانی چاہیے۔" "خیر کوئی بات نہیں، ہم اطلاع کر دیں گے۔"

"میرے ساتھ کار میں بیٹھ جاؤ، ہم اندر بیٹھ کر اثینان سے بات کریں گے۔ اس نے اپنا ٹک کما اور ہم تیراں رہ گئے۔" "کیا بات کریں گے؟ میں نے جلدی سے کہا۔

"بیٹھ جاؤ، دفتر میں ہی بات ہو سکتی ہے۔ اس نے ڈرائیور کو اشارہ کیا اور اس نے باہر نکل کر ہمارے لیے دروازہ کھول دیا۔

اور ہم جی ان پریشان سے کار میں بیٹھ گئے۔ کیٹ پر موجود جو کیدار اور دوسرے لوگوں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہماری طرف دیکھا۔ میفلر کا کردار کسی بہت بڑے انجینئر کے کمرے سے کم نہیں تھا۔ بہت ہی اہمیت دیتی تھی۔ ان کے پاؤں تالیں میں دھنس دھنس گئے۔ آخر وہ نمٹنے پر بیٹھ گئے۔ میفلر مین کے دوسری طرف اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔ "پولیس کو یہ بات بتانے کی ضرورت نہیں۔ اس طرح خباثت میں مل جلنے کی باتیں اچھالی جائیں گی اور کمپنی کی سادہ گورنر بہت

راستوں کا قصور

میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، جلدی سے آگے بڑھا اور بولا۔

"مسٹر میفلر، آپ یہاں؟"

"ہاں کیوں؟ میں یہاں نہیں آ سکتا، وہ بھی اس صورت میں جو

میں اس فیکٹری کا مالک ہوں۔"

"اوہ اچھا۔ میں نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں، یہ میری فیکٹری ہے۔"

پھر تو وہ عجیب بات ہے کہ مسٹر جوی کو آپ کی کوٹھی کے

مقابلے میں قتل کیا گیا اور وہ آپ کی فیکٹری میں دہانہ

"ہاں، یہ عجیب بات ہے کہ وہ میری فیکٹری میں ملازم تھا۔ لیکن

میں عجیب بات کیا ہے؟ انہوں نے کہا۔ ڈرائیور نے انہیں بتایا

کہتے ہیں کہ بڑے بڑے پاؤں رکھ دیا تھا۔

"عجیب مرنے آپ سے موت کی تھی۔ اس وقت آپ نے

موت نہیں بتائی کہ جوی آپ کی فیکٹری میں ملازم ہے۔"

نقصان پہنچے گا۔ ہماری مخالفت کمپنیاں پہلے ہی موقع کی تاک پر رہتی ہیں۔ وہ ان خبروں سے اور فائدہ اٹھائیں گے، لہذا میں نے اس خیال سے پولیس کو یہ بات نہیں بتائی تھی کہ میری کوٹھی کے سامنے والے مکان میں قتل ہونے والا شخص دراصل میری فیکٹری میں ہجرت کر رہا ہے۔ اس طرح پولیس میرا بیان لیتی۔ وہ بیان اخبار میں چھپتا اور کمپنی کی ہوا خراب ہو جاتی۔

گو یا آپ نے بس اتنی سی بات کے لیے یہ بات پولیس سے چھپائی۔ اسٹاف حیران ہو کر بولا۔

”یہ اتنی سی بات نہیں ہے، بہت بڑی بات ہے“ نے کہا۔

”لیکن جناب، یہ قتل کا معاملہ ہے۔“

”ہاں ہے، میں جانتا ہوں، لیکن اس قتل کا فیکٹری سے کوئی تعلق نہیں، پھر فیکٹری کیوں بدنام ہوتے میفلر نے پرزور انداز میں کہا۔

”ہوں، آپ بھی ٹھیک کہتے ہیں، لیکن آپ کی اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ قتل کے معاملے میں کوئی معمولی سے معمولی بات بھی نہیں چھپانی چاہیے۔“ آفتاب نے جواب میں کہا۔

”اس بات کا قتل سے تعلق ہو تب، ورنہ نہیں۔“

”یہ معلوم کرنا پولیس کا کام ہے کہ اس معمولی سی بات کا تعلق کس سے بنتا ہے یا نہیں۔ میں نے انہیں یہ بتایا۔“

”خیر، میں تمہیں ایک بات اور بتائے دیتا ہوں، جس کی وجہ سے بھی میں نے یہ بات پولیس کو نہیں بتائی۔“ میفلر نے بازو اٹھا کر اپنے سر پر ہاتھ رکھا۔

”چلیے وہ بھی بتا دیں۔“ میں بولا۔

”میں نے ساتھ والے مکان میں گڑبڑ کی آواز سنی تھی۔ صرت حال معلوم کرنے کی کوشش میں باہر نکلا تو اندر کسی وزنی چیز کے

دھم سے گرنے کی آواز سنائی دی، جیسے کسی نے کوئی وزنی چیز ہانی دھجائی سے نیچے گرائی ہو۔ اس وقت میری نظر کھلی کھڑکی پر پڑی

مجھے اور تو کچھ نہ سوچا، کھڑکی باہر سے بند کر دی اور اپنے گھر میں داخل ہو کر پولیس کو خفیہ فون کر دیا۔ میں نے یہ بات بھی

پولیس کو نہیں بتائی، صرت اس لیے کہ وہ لوگ مجھے خدالت میں گواہی کے لیے نہ کھینچتے پھر میں۔ میرا وقت بہت قیمتی ہے، لہذا میں

پولیس کو کچھ بتاتے ہوئے اس لیے بھی ڈرا کہ پھر وہ اور کرید کریں گے اور یہ بات بھی ان کے علم میں آجائے گی، لہذا میں خاموش

رہ گیا اور یہی درخواست کرنے کے لیے میں آپ کو یہاں تک لے آیا ہوں۔ مہربانی فرما کر کوئی بات پولیس کو نہ بتائیں اور اس معمولی

سی خدمت کے لیے میں آپ کو ایک ہزار روپے پیش کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے دروازہ کھولی۔ اس میں سے سہ رخ رنگ کے دس نوٹ نکلے اور ایک لفٹ میں ڈال کر تیزی سے دفعتاً دے دیے۔

کیا ہم اسے رشوت خیل کریں۔ میں نے بھٹا کر کہا۔

نہیں، یہ آپ کی خدمات کا معاوضہ ہے۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

لیکن ہم نے آپ کے لیے کوئی خدمات انجام نہیں دیں اور ہم یہ رقم ہرگز نہیں لے سکتے۔ میں نے کہا۔

بالکل ٹھیک۔ آفتاب پر زور لےجے میں بولا۔

خیر، آپ نہیں، لیکن پولیس کو یہ بات نہ بتائیں۔
"افسوس، ہم آپ کی ہدایت پر عمل نہیں کر سکتے۔ میں نے

منہ بنایا۔

"میں دو ہزار روپے دینے کے لیے تیار ہوں۔

دو لاکھ بھی دیں، تب بھی نہیں۔"

"اچھا، چلیے دس ہزار۔" اس نے بولی دینے والے انداز میں کہا۔

"وہ لوگ اور ہوتے ہیں جو ہزار دو ہزار پر بک جاتے ہیں۔

ہم ان لوگوں میں سے نہیں۔ میں نے بھٹا کر کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔
میرے ساتھ ہی وہ تینوں بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

"ایک منٹ تشریف رکھیے۔ یہ کہتے ہوئے اس نے میز پر

ایک ٹن دبا دیا۔ فوراً ہی ایک باکسر نما آدمی اندر داخل ہوا۔
میں نے بغور ہماری طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"یہ شخص بہترین باکسر رہ چکا ہے اور اسے میں نے مرنے

پر دیکھا۔ کہتا ہے کہ جو شخص بھی فیکٹری کو نقصان پہنچانے کی کوشش
کریں، اسے جیسی سزا دے۔ تم ابھی بچے ہو، مگر اس سے کوئی
محنت ملے دینا نہیں چاہتا۔ اب تم لوگ کیا کہتے ہو؟ یہ لہ لہ کر وہ
ناموش ہو گیا۔

ہمارے سانس سینوں میں اٹکنے لگے۔ باکسر خوشنود نظروں سے

ہماری طرف دیکھ رہا تھا۔ آخر میں نے چنسی چنسی آواز میں کہا۔

"کیا یہ قانون کو اپنے ماتھے میں سینے کے برابر نہیں ہو گا؟
تم چاہو تو یہی سوچ سکتے ہو۔ اس نے کہا۔

"ہمیں سوچنے کا موقع دیں۔ آفتاب بولا۔

"پانچ منٹ دیتا ہوں۔"

"یہ بہت کم وقت ہے۔ ہم کل آپ کو بتا دیں گے اپنا

جواب۔ میں نے کہا۔

"اب میں اتنا بھی بے وقوف نہیں۔ تمہیں ابھی اور اسی وقت

بانا ہو گا۔" اس نے پر زور لےجے میں کہا۔

دیکھیے جناب، ہم سمجھتے ہیں، آپ زیادتی کر رہے ہیں۔

"حالانکہ ایسی بات نہیں، میں تو تم لوگوں کو دس ہزار روپے

دینا چاہتا ہوں۔

"آپ کو یہ کیسے اطمینان ہے کہ ہم رقم لینے کے بعد بھی

پولیس کو نہیں بتائیں گے؟ میں نے حیران ہو کر کہا۔

"میں تم لوگوں کے بارے میں جانتا ہوں۔ وہ مسکرایا۔
 "اوہ، تو یہ بات ہے، تو پھر سن لیجیو، ہم مذکے بہت
 پختے ہیں۔ پولیس کو یہ بات ضرور بتائیں گے۔
 "جیہو، ان چاروں کی مرمت کرو، لیکن خیال رہے، یہ لوگ
 کسی ڈاکٹر سے آرپیٹ کی رپورٹ نہ لینے پائیں۔"
 "فکر نہ کریں اس، ایسا نہیں ہوگا۔"

یہ کہہ کر جیہو ہماری طرف بڑھا۔ اس کے دانت باہر کو
 نکلے پڑ رہے تھے۔ چہرے کی مسکراہٹ نے اس کے نقش و نگار
 بھی خوں ناک بنا دیے تھے۔ ہم تھر تھر کانپنے لگے۔

"آپ کو ایسا کرنے کا کوئی حق نہیں ہے جناب، اب بھی
 اپنے اقدام سے باز آجائیں، ورنہ....."

"ورنہ کیا؟" مسٹر میفلر نے چونک کر کہا۔

"ورنہ یہ کہ کہیں یہ علم آپ کو ہنگامہ پڑ جائے۔"

"دیکھا جائے گا، ہنگامہ پڑے یا سستا۔ اس نے کندھے اچکائے
 "فی الحال تو تم مرمت کراؤ۔"

اب وہ وحشیانہ انداز میں آگے بڑھا۔ ہم گھبرا کر کھڑے ہو
 گئے، لیکن اس کے ماتھے پر اس طرح پھیلے ہوئے تھے کہ کسی طرف
 سے بھی نکل جانے کے امکانات نہیں تھے، پھر ایک ایک ہاتھ ہمارے
 منہ پر مہوڑے کی طرح پڑا۔ ہم تیسرا کر گرے اور بے ہوش ہو گئے۔

ہوش میں آئے تو شہر سے دور جنگل میں پڑے تھے۔
 "کیوں بھئی، کہیں ہم نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا؟" اشفاق بڑبڑایا۔
 "اپنے اپنے سروں سے پوچھ لو۔ اگر یہ پھوڑے کی طرح دکھ
 رہے ہوں تو یہ خواب نہیں تھا اور اگر سر پھولوں کی طرح بکے چکے
 ہوں۔ تو بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم اس جنگل میں کس طرح
 پہنچ گئے؟" آفتاب بولا۔

"گویا مسٹر میفلر نے ہمیں کسی بند گاڑی میں ڈلوا کر یہاں پھینکوا
 ہے۔ لیکن کیوں؟ آخر اسے یہ سب کچھ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟
 "صرف اتنی ضرورت کہ ہم پولیس کو کچھ نہ بتائیں۔"

"جب کہ پولیس کو بتائے بغیر ہم رہ نہیں سکتے، آؤ چلیں۔
 میں نے مشکل سے اٹھتے ہوئے کہا۔

سر واقعی پھوڑوں کی طرح دکھ رہے تھے۔ جی چاہتا تھا،
 بس لیٹے رہیں۔ ذرا بھی حرکت نہ کریں، لیکن حرکت کیے بغیر چارہ
 بھی نہیں تھا۔ آخر گرتے پڑتے سڑک کے کنارے پہنچنے میں کامیاب
 ہو ہی گئے۔ دل ہی دل میں ہم دعائیں کرنے لگے کہ دوسری طرف
 سے کوئی گاڑی شہر کی طرف جاتی ہوئی آجائے۔ اور خدا نے ہماری
 دعا سن لی۔ چند منٹ ہی چلے ہوں گے کہ تیچھے سے ایک ٹرک آتا
 دکھائی دیا۔ ہم نے ٹرک کو رکنے کا اشارہ دیا، لیکن ڈرائیور کے کان
 پر جوں تک نہ رنگی اور وہ تیزی سے ہمارے پاس سے گزر گیا۔

میں کو بھی قصور نہیں تھا۔ جہاں میں عام طور پر اس طرح کی اور
 ایک کو نوٹ لینے کی دریاہیں ہوتی رہتی تھیں۔
 یہ تو بڑے بڑے تھے۔

”جہاں نے یہ دونوں تھیں۔ یہ اللہ اس وقت سے کوئی اور
 آجائے۔ یہ دونوں نہیں تھیں تھی کہ اس گڑھی میں ہمیں اللہ کی
 دل سے شوق نے سوچا کر۔“

”شیر تھیلک لکے ہو۔ شیر ہم ایک بار پھر دعا مانگ لیتے
 ہیں۔“

اور تم شوق کے نظریے کے مطابق دعا کرنے لگے اور پھر
 ایک دین تھی تھی۔ یہ کسی ہوائیوٹ فرم کی دین تھی۔ ڈانور
 نے ہمیں اشارت ہو۔ دین روک لی اور جب ہم نے اسے بتایا کہ ہم
 ان بات کو شمار ہیں تو لفت دینے پر تیار ہو گیا۔ اس طرح ہم
 پولیس سیشن تک پہنچے۔ بدلی نور نے ہمیں دیکھ کر حیرت سے ہلکی
 بھلائی۔

”کہوں اونٹ کی من من اٹھائے پہلے آ رہے ہو۔ اس نے
 نفرت سے ہونٹ سیڑھے۔“

”اونٹ جی عجیب جانور ہے۔ بے شمار محاورے اور ضرب الامثال
 اس نے سیکھے ہیں۔ آفتاب خوش ہو کر بولا۔“

”یہ تم سے گرام کا سوال نہیں پوچھ رہا۔ جہاں نور نے بھٹا کر کہا۔“

”ہم مسئول جوی کے سلسلے میں آپ کو اطلاع دینے آئے ہیں۔
 میں جانتا ہوں۔ تم مسٹر مسٹر کے بارے میں بتانے آئے ہو۔“

”میں نے مکتبہ نمبر ۱۰۰ میں دھینک مشقی کی آواز سن لی تھی۔ بہت
 حال معلوم کرنے اپنی کو بھٹی سے ہم ناس تھے۔ پھر انہوں نے کوئی
 بات سے بند کر دی تھی اور پولیس کو فون کر دیا تھا اور یہ کہ
 جوی مسٹر مسٹر کی ادویات تیار کرنے والی فیملی میں ملازم تھا۔
 تو پھر ان باتوں سے کیا ہوتا ہے۔ ہر شخص اپنے ادارے کی پاک
 نام کرنے کی کوشش کرتا ہے، بہر حال انہوں نے مجھے یہ سب
 باتیں بتادی ہیں۔ لہذا تم لوگ چلتے پھرتے نہ آؤ۔“

”اور یہ اور اچھی بات ہے کہ انہوں نے خود ہی سب کچھ بتا دیا۔
 میں نے جلدی سے کہا اور واپس جانے کے لیے ٹٹرا۔“

”تم لوگ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے۔ میں تمہیں
 خبردار کر رہا ہوں۔ اگر میرے بھتے چڑھ گئے تو ہرگز نہیں چھوڑ
 گا۔ اس نے غرا کر کہا۔“

”یہ بات تو ہمیں پہلے ہی بہت اچھی طرح معلوم ہے جناب۔
 میں نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔“

”اس کے باوجود تم میرے راستے میں آتے ہو۔ اس نے
 انگلیں نکالیں۔“

”یہ ہمارا قصور نہیں ہے جناب، راستوں کا قصور ہے۔ نہ“

جانے کیا بات ہے۔ ہمارا راستہ اور آپ کا راستہ آپس میں
کیوں جاتا ہے؟

”جس دن پھنسو گے، اس دن تباؤں لگا۔“

اور ہم دم دبا کر تھانے سے نکل آئے۔ مکان نمبر ۱۰۔
ملک عباس جوہر کوثر روڈ پر رہائش اختیار کیے ہوئے تھے۔ اس
کا مکان تلاش کرنے میں ہمیں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ دروازے
کی گھنٹی بجانے پر اس نے خود ہی دروازہ کھولا اور ہماری طرف
میران ہو کر دیکھا۔

”بیوی روڈ پر پانچویں گلی میں مکان نمبر ۱۰۔ آپ ہی کا ہے
”اوہ“ جی ہاں، جی ہاں؟ اس نے خوش ہو کر کہا۔

”آپ اسے فروخت کرنا چاہتے ہیں؟“

”ہاں، کیونکہ میں نے اس آبادی میں مکان بنایا ہے۔
”لیکن شاید اب آپ کا مکان فروخت نہ ہو سکے۔ میں نے دیکھ
بھری آواز میں کہا۔

”ہاں، میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔“

”تو پولیس آپ سے سوالات کر چکی ہے۔ میں نے کہا اور وہ
ہولڈ کر ہماری طرف دیکھنے لگا، آخر بولا:

”ہاں، اس واردت کے بارے میں پولیس نے مجھ سے بے شمار
سوالات کیے تھے، لیکن صاف نکل رہا تھا۔ میں میرا اس واقعات سے کیا

تعلق ہو سکتا ہے۔ آنا ضرور ہے کہ جس کا بھی یہ کام ہے، اس نے
اس کام کے لیے میرا مکان منتخب کیا تھا۔ وہ جانتا ہو گا کہ مکان
خالی پڑا رہتا ہے اور اس کی کھڑکی کھلی رہتی ہے۔“

”آخر آپ کھڑکی کھلی کیوں رکھتے ہیں؟“

”تاکہ دیکھنے کے خواہش مند میری مدد کے بغیر ہی وہ اسے دیکھ
لیں اور اگر پسند آجائے تو آکر مجھ سے بات کر لیں۔ کھڑکی بند
ہونے کی صورت میں تو خریدنے کے خواہش مندوں کو پہلے یہ سے
پاس آنا پڑے گا، پھر مجھے مکان دکھانے کے لیے ان کے پاس
جانا پڑتا ہے، لہذا میں نے یہی آسان ترکیب نکالی کہ کھڑکی کھلی چھوڑ
دی جائے۔ اس نے بتایا۔

”لیکن جناب ہم نے آج تک کھڑکی کے باہر کی طرف چٹھنی
لی نہیں دیکھی۔ آخر آپ نے کھڑکیوں پر یہ وہی طاق چٹھنیاں کیوں
لگوا رکھی ہیں۔ میں نے ایک ایک غلط پر زور دیتے ہوئے کہا۔
”کیا مطلب؟ اس نے میران ہو کر کہا۔

”پہلے تو آپ یہ بتائیں کہ آپ نے مستب کس بات کا پوچھا
ہے؟“

”میرے مکان میں صدر دروازے کے دائیں اور بائیں دو کھڑکیاں
ہیں، جنہوں نے اندر سے ہی بند ہو سکتی ہیں۔ باہر سے نہیں۔ یہ آپ
نے کیا بات کہی کہ کھڑکیوں میں میں نے باہر کی طرف چٹھنیاں کیوں

لگوا رکھی ہیں۔

"ہم نے یہ بات اس لیے کہی کہ ہم یہ بات کہے بغیر وہ ہی نہیں سکتے تھے۔ آفتاب منمنایا۔

"یہ کیا بات ہوئی؟" اس نے آفتاب کو تیز نظروں سے گھورا۔
"جناب، یہ حقیقت ہے کہ باہر کی طرف چٹھنیاں لگی ہیں۔ میں نے تنگ آ کر کہا۔

"نہیں۔ اس کے منہ سے حیرت اور خوف کی زیادتی سے نکلا اور ہم حیران رہ گئے۔

"تت۔ تو۔ تو ان کھڑکیوں میں چٹھنیاں آپ نے نہیں لگوائیں؟
میں نے بوکھلا کر پوچھا۔

"نہیں، بالکل نہیں۔

"کیا پولیس نے آپ سے یہ بات پوچھی تھی۔ میرا مطلب ہے
کھڑکیوں کی چٹھنیوں والی؟"
"نہیں۔ اس نے کہا۔

"مہ بانی فرما کر ہمارے ساتھ اپنے مکان تک چلیے اور دیکھ
لیجیے۔ شاید آپ کو یاد آجائے کہ کس موقع پر اور کس مقدمہ
کے تحت آپ نے کھڑکیوں میں چٹھنیاں لگوائی تھیں۔

"جج، جیسے۔ ارے بھئی، آپ لوگ ہیں کون اور مجھ سے کس
بے مہربانی سے تھے۔ اس کے لہجے میں بڑی حیرت تھی۔

"جی بس اسی سلسلے میں تو بلنا چاہتے تھے چٹھنیوں کے
سلسلے میں۔ آفتاب نے مسمی صورت بنائی۔
"مہ میں۔ میں سمجھا نہیں۔

ہم نے جلدی جلدی اسے وہ سمجھایا جو وہ سمجھا نہیں تھا اور پھر
ہمارے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو گیا، لیکن مسئلہ یہ پیدا ہو گیا کہ
ہم پانچ تھے، جاتے کس طرح۔ آخر آفتاب کو وہیں پھوڑ دیا گیا۔
میں پر اس نے بڑے بڑے منہ بنائے، لیکن کیا ہی کیا جاسکتا تھا۔
مکان کے سامنے پہنچ کر ہم ٹیکسی سے اترے اور پھر عباس بھوجہ کی
آنکھیں چٹھنیوں پر جم گئیں۔ اس نے خواب کی سی کیفیت میں کہا۔
"نہیں نہیں، یہ میں نے نہیں لگوائیں۔

خون اور دوا

جو ڈاکٹر جوزی کا علاج کر رہا تھا۔ اس کا نام ڈاکٹر خالد بخاری تھا۔ اس کے کلینک کا رخ کرتے ہوئے ہم سوچ میں بڑی طرح گھبے ہوئے تھے۔ عباس بھوبہ کے ساتھ ہم واپس اس کے نئے مکان تک گئے تھے اور پھر آفتاب کو ساتھ لے کر ڈاکٹر کی طرف روانہ ہوئے تھے۔

"کم از کم ایک بات جلالی نور کی نسبت ہمیں زیادہ معلوم ہے اور وہ یہ کہ مکان نمبر ۱۰۸ کی کمرہ کیوں پر چٹھیاں خود مالک مکان نے نہیں کسی اور نے لگوائی تھیں اور یہ ایک بہت ہی عجیب بات ہے۔ آخر کسی نے ایسا کیوں کیا؟"

"اور اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قتل کسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کیا گیا ہے۔" اخلاق بولا۔

"ہاں، اس میں تو کوئی شک نہیں۔ ہم نے چٹھنیوں کو دیکھا

وہ بالکل نئی معلوم ہوتی ہیں۔ جب کہ عباس بھوبہ مکان کو

بھابھا پھٹے خالی کر چکا ہے۔" اخلاق نے کہا۔
تیرے نزدیک اس کیس میں عجیب ترین بات یہ ہے کہ قاتل نے اس جرم کے لیے عباس بھوبہ کا ہی مکان کیوں منتخب کیا۔ کیوں یہ عباس بھوبہ کا ہی تو کام نہیں ہے۔" اخلاق نے کہا۔
"لیکن ہم عباس بھوبہ اور جوزی کا کوئی تعلق ثابت نہیں کر سکے ہیں۔" اعتراف کیا۔

"یہ ضروری نہیں کہ ہم ہر بات ہی معلوم کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ یہ بات بھی ہمیں صرف اتفاقیہ طور پر معلوم ہو گئی کہ جوزی مسٹر میفلر کی فیکٹری میں کام کرتا تھا۔ اس مسٹر میفلر کی فیکٹری میں جس کی کوٹھی کے ساتھ والے مکان میں واردات کی گئی ہے۔"

"واردات کا تعلق تو خیر مسٹر میفلر سے بھی ثابت نہیں ہو سکا۔"

میں نے آفتاب کی بات کا جواب دیا۔

"ختم کرو بھئی، میرا تو دماغ ہلا رہا ہے۔ اس کیس کا کوئی سرا بھی تو ابھی تک ہمارے ہاتھ نہیں آیا۔" اخلاق نے بھٹا کر کہا۔ اسی وقت ٹیکسی رک گئی اور ہم نیچے اتر آئے۔ ڈاکٹر کا

کلینک باہر سے بہت شان دار نظر آ رہا تھا۔ انتظار گاہ میں مریضوں کی کافی تعداد موجود تھی۔ جس سے ظاہر تھا کہ ڈاکٹر صاحب کی

پریکٹس کامیاب بنا رہی تھی۔ آخر خدا خدا کر کے ہماری باری آئی

ہم چاروں ڈاکٹر کے کمرے میں داخل ہوئے۔ اس نے ہم چاروں پر

ایک اچھتی سی نظر ڈالی۔ وہ سر سے بالکل گنجا تھا۔ سرانٹے۔
چھلکے کی طرح صاف تھا۔ آنکھوں پر موٹے شیشے کی عینک تھی۔
نے نرم آواز میں کہا :

" فرمائیے ۔

" ہم آپ سے اپنے کسی مریض کا علاج کرانے نہیں آئے۔
بلکہ آپ کے ایک مقتول مریض کے بارے میں بات کرنے آئے
ہیں ۔

" کیا مطلب ؟

" مسٹر جوزی آپ کے زیر علاج تھے۔ یہ درست ہے نا۔
" اوہ، آپ ان کے بارے میں بات کرنا چاہتے ہیں، لیکن
بھئی، میرا وقت بہت قیمتی ہے، باہر بہت سے مریض موجود ہیں اور
میں پہلے ہی پولیس کو سب کچھ بتا چکا ہوں۔

" ڈاکٹر صاحب، ہم نے بھی اپنی باری کا بہت دیر تک انتظار
کیا ہے اور اگر ایسی ہی بات ہے تو ہم آپ کی فیس ادا کرنے
کے لیے تیار ہیں، تاہم ہمیں صرف چند سوالات پوچھنے ہیں۔ وہ
بھی صرف اس لیے کہ آپ کے مریض کے قتل کے الزام میں پولیس
نے ایک بے گناہ آدمی کو گرفتار کر لیا ہے۔

" اوہو اچھا، مجھے کچھ معلوم نہیں اس بارے میں۔ لیکن آپ
کو یہ بات کس طرح معلوم ہوئی کہ وہ شخص بے گناہ ہے ؟

" حالات اور واقعات کا بغور جائزہ لینے کے بعد ہم اس
نیچے پر پہنچے ہیں ۔

" آپ لوگ ہیں کون، آپ کا پیشہ کیا ہے ؟
" جی بس، یہی پیشہ ہے۔ بے گناہوں کو مصیبت سے نجات
دلانا۔ کیا آپ ہمارے سواہت کے جوابات دینا پسند نہیں کرو
گے ؟

" اچھا پوچھیے، لیکن ذرا جلدی ۔

" جی بس، ایک منٹ سے زیادہ نہیں لیں گے۔ مسٹر جوزی کو
کیا بیماری تھی؟ وہ اس بیماری سے اس حد تک تنگ تو نہیں تھے؟
خودکشی کر لیتے ۔

" میں دیکھ کر بتا سکتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے کانڈا
الٹنے پلٹنے شروع کر دیے۔ آخر ایک کاغذ پر نظریں جما کر بولا :
" ہاں، ٹھیک ہے۔ اسے دماغ کی شکایت تھی، لیکن مرض بہت
شدید نہیں تھا۔ میں نے اسے دوائیں لکھ دی تھیں ۔

" مہربانی فرما کر وہ دوائیں ہمیں بھی ایک کاغذ پر لکھ دیں۔
" کیوں، آپ کیا کریں گے۔ کیا آپ کا خیال ہے کہ میں نے
غلط نسخہ لکھ دیا ہوگا؟ اس نے کہا ۔

" جی نہیں، ایسی کوئی بات نہیں۔ مسٹر جوزی کو خنجر کے ذریعے
ہلاک کیا گیا ہے۔ ہم تو یہ تفتیش کی غرض سے لکھوانا چاہتے ہیں۔

”اچھی بات ہے، لکھے دیتا ہوں۔“ اس نے کہا اور دوائیں ایک کاغذ پر لکھ دیں۔

ہم ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے باہر نکل آئے۔

”بھائی جان، آپ اس نسخے کا کیا کریں گے؟“ آفتاب بولا۔
”چاٹوں گا، میں جل کر بولا۔“

”لیکن صرف نسخے کو چاٹ لینے سے آپ دے سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اس نے فوراً کہا۔“

”کیا ادٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہو۔ سامنے والے میڈیکل سٹور سے یہ دوائیں خرید لاؤ۔“ میں نے منہ بنایا۔

”جی کیا مطلب؟“

”دوائیں خرید لانے کا مطلب دوائیں بیچ آنا کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔ اخلاق مسکرایا۔“

”جی جانتا ہوں اچھی طرح۔“ آفتاب نے منہ بنایا۔ میرے ہاتھ سے نسخہ لیا اور بولا:

”کیا یہ نسخہ ادارے کے فنڈ، یعنی بیلنس میں سے خریدا جائے گا؟“

”اور نہیں تو کیا تم اپنی جیب سے خریدو گے؟“ میں نے تیار سے کہا اور آفتاب جلدی سے میڈیکل سٹور کی طرف بڑھ گیا۔ جلد ہی اس کی واپس توٹی۔ اس کے ہاتھ میں شربت کی ایک شیشی

اور گولیوں وغیرہ کا ایک لفافہ تھا۔ دوسرے ہی لمحے ہماری حیرت میں اضافہ ہو گیا۔ آفتاب کے ہاتھ میں شربت کی جو شیشی تھی، وہ بالکل ویسی ہی تھی، جیسی شیشی ہمیں کمرہ واردات میں لاش کے پاس رکھی نظر آئی تھی، لیکن یہ کوئی حیران کن بات نہیں تھی۔ حیران کن بات تو دراصل یہ تھی کہ اس شیشی پر جس کمپنی کا نام لکھا تھا، وہ سیون سیز فڈنگ سٹور کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔



”اوہو، یہ دوائی تو مسٹر میفلر کی کمپنی نے بنائی ہے۔“ میرے منہ سے نکلا۔

”ہاں، واقعی، لیکن بھلا اس سے ہم کیا نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں؟“ اشفاق نے سوچ میں گم لہجے میں کہا۔

”کچھ بھی نہیں، کوئی نتیجہ نکالنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔“ آفتاب نے جلدی سے کہا۔

”ہم تمہاری طرح کام چور نہیں ہیں۔“

”اتنا بڑا الزام مجھ پر پہلی بار لگا ہے۔“ یعنی جب سے شوکی اینڈ کو قائم ہوا ہے، محلات کہ میں سب سے زیادہ کام کرتا ہوں۔ آفتاب نے دیکھ بھری آواز میں کہا اور اس کا کنا کچھ غلط نہیں تھا۔

مذا افتاق نے فوراً کہا۔

”اوہو جی، بُرا مت مانو۔ میں نے تو یوں ہی مذاق میں اِد بات کہہ دی تھی۔“

”پہلے نہیں مانتا بُرا۔ اب کیا پروگرام ہے۔“

”میرا خیال ہے۔ ہمیں اکبر راٹھور صاحب سے مل لینا چاہیے۔ معاذ اب کھ گیا ہے۔ اشتاق نے کہا۔“

”لیکن ان سے پہلے میں ایک بار پھر ڈاکٹر صاحب سے ملا پسند کروں گا۔ اس شیشی کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے۔“

”یہ کہہ کر میں پھر کلینک کی طرف مڑ گیا۔ ایک بار پھر ہمیں بہت دیر تک انتظار کرنا پڑا۔ آخر باری آہی گئی۔ ڈاکٹر صاحب نے ہمیں حیران ہو کر دیکھا۔“

”کیا کوئی بات رہ گئی ہے۔“

”ہم شربت کی اس شیشی کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ نے خاص طور پر سیون سیز ڈرگ کمپنی کی شیشی لکھی تھی؟“

”نہیں، لیکن اس نام کا شربت اسی کمپنی کی ایجاد ہے۔ یہ دے میں بہت کامیاب ثابت ہوا ہے۔ چونکہ اس نام کا کوئی اور شربت بازار میں موجود نہیں، لہذا کمپنی کا نام ساتھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔“

”بہت بہت شکریہ۔ ہم نے آپ کو دوبارہ زحمت دی۔“

”لیکن یہ بات آپ لوگ کیوں معلوم کرنا چاہتے تھے۔“

”اس لیے کہ کمرہ واردات سے بھی ایسی ہی ایک شیشی تھی۔“

”لیکن اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ میں نے مٹ جزی کو یہی دوائیں لکھ کر دی تھیں۔“

”جی ہاں واقعی، حیرت کی اس میں کوئی بات نہیں، لیکن شاید آپ یہ سن کر حیران ہوں کہ مسٹر جزی سیون سیز ڈرگ سٹور میں ہی ملازم تھا۔“

”اب بھی اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔ ڈاکٹر نے حیران ہو کر کہا۔“

”آپ کا خیال ٹھیک ہے، لیکن نہ جانے کیوں، ہمیں یہ سب کچھ بہت عجیب لگتا ہے۔ اچھا اب اجلغت دیکھیے۔“

”دیکھیے، اس معاملے میں مجھے بھی بہت دل چسپی ہے۔“

گئی ہے اور اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ میں باموسی اب بہت شائق ہوں۔ سوتے وقت جب تک باموسی نہال نہ پڑھوں۔ نیند نہیں آتی، لہذا آپ اس کیس کے سلسلے میں کوئی نئی بات معلوم کریں۔ مجھے فون پر بتا دیجیے گا۔“

”بہت بہتر، ہم کوشش کریں گے۔ میں نے یہ بھی بتا دیا۔“

بہت قریب ہوئے نظر آ رہے ہوتے انہوں نے جہاز پر
سنگڑا کر کہا۔

انہیں دیتے ہوئے بولا:

اس فن و فنون کا ہے اس شہر کی شہرت و نامور
 اہم بات ہے۔ میں پرائیویٹ ادارے سے یہ دم بڑا
 کام ہے۔ ہر طرح کے کام کی ضمانت کی کوشش
 ہے۔ میں اس امید ایک فیصد بھی نہیں ہے

نکتہ بہرہ ہے۔ شاید ہم رات سماں معذور محل کرنے ہیں
وہیاب ہو ہو نہیں ہو میں نے کہا۔

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله رب العالمين
والصلاة والسلام على سيدنا محمد وآله

کہ کہ اس نے اپنے ایک ماتحت کو بیاہ = تو نہ ہو
ایک اور کو دھوکا دینے کی طرف اشارت ہے اس کے لئے کہ

ملاوتے مجھ سے زیادہ ہیں لیکن یہ خیال ہے جس سے کہیں
 ادی ہی ہے :

ہم بھی اسے مجرم نہ مانتے تھے۔ اگر لڑائی کی فوجوں کی
بول و ملت دیکھا کہ لڑائی میں تھی تو کہنے والے ہر مجرم ہوں
ہاں یہ تھا جب زمیندار نے یہ بات پڑھیں تو پہلی نظر سے
اس پر تھی اور یہ کہ لڑائی میں اس نے اپنے بھائی کی
جڑ بڑ سے ملحق سے نہیں اترتی۔

اور پولیس کے پاس ٹھوس وجوہات موجود ہیں مقتول بڑے
جہانی تھا۔ پچھلے بھائی کی انگلیوں کے نشانات آگے قتل ہو گئے
تھاتے ہیں : لہذا اس نے یہ وہم بڑے جہانی دماغ میں
نے پیدا کیا ہے۔

انہوں نے ایک کڑوا تجربہ نہیں ہے جب کہ بڑے جہاز

بیوی موجود ہے۔ حصہ تو اسے ملے گا۔ میں نے اعتراض کیا۔

لیکن نگران تو چھوٹا بھائی ہی ہوگا۔ بڑے بھائی کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ان حالات میں کچھ عرصہ بعد اگر چھوٹا بھائی بڑے بھائی کی بیوہ سے شادی بھی کرے تو مکمل طور پر اس کے حصے کا مالک بن سکتا ہے اور یہ کوئی کمزور وجہ نہیں ہے۔ اکبر راٹھور بولے۔

لیکن جناب! کمزور واردات میں دوا کی شیشی کہاں سے آگئی۔ وہ شیشی اس نسخے میں شامل تھی جو ڈاکٹر نے جوزی کو لکھ کر دیا تھا۔ آخر وہ اس شیشی کو کیوں ساتھ لیے پھر رہا تھا۔ اس روز وہ دفتر سے گھر جا ہی نہیں سکا؛ گویا سیون سینر ڈرگ کمپنی سے چھٹی لکے وہ سیدھا ڈاکٹر خالد غوری کے پاس گیا۔ وہاں سے نسخہ لکھوایا اور دواؤں کی کسی دکان سے۔۔۔ میں کہتے کہتے رک گیا۔ ایک نئے خیال نے میرے ذہن میں جنم لیا تھا۔

دواؤں کی کسی دکان سے آگے بھی کچھ کہنا چاہیے آپ کو؟ اشتیاق نے گویا مجھے یاد دلایا۔

مجھے ابھی ابھی ایک خیال سوچا ہے۔ راٹھور صاحب! ڈاکٹر سیون سینر کمپنی کو فون کر کے یہ تو معلوم کریں کہ اس کمپنی میں ملازمین کو دوائیں اپنی پاس سے تو نہیں دی جاتیں؟ آخر انہیں میڈیکل اڈانس تو دینا پڑتا ہوگا اور میڈیکل اڈانس وہ نقدی کی صورت میں ہرگز نہیں

دیتے ہوں گے۔ جب کہ وہ دواؤں کی کمپنی ہے۔ انہیں تو دوائیں دینے میں آسانی رہتی ہوگی۔

”اوہ، اچھا۔ میں معلوم کرتا ہوں۔“ اکبر راٹھور نے چونک کر کہا اور پھر ڈائریکٹری میں بنہر دیکھ کر فون کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد سلسلہ مل گیا۔ ایک منٹ تک گفتگو کرنے کے بعد انہوں نے ریسپورڈ رکھ دیا اور مسکرا کر بولے:

”تمہارا خیال ٹھیک ہے شوکی۔ دوائیں کمپنی خود ہی دیتی ہے اپنے ملازمین کو۔“

”ویری گڈ، اس کا مطلب ہے، جوزی صاحب نے ڈاکٹر سے نسخہ لیا اور کمپنی سے دوائیں حاصل کر لیں۔ اس کے بعد وہ گھر تو گیا ہی نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ دوائیں لینے کے بعد وہ کہاں گیا اور مکان نمبر ۱۰۸ میں کس طرح پہنچا؟“

”اس سوال کا جواب تو کوئی نجومی ہی دے سکتا ہے اور ہم میں سے نجومی ایک بھی نہیں۔“ آفتاب نے منہ بنایا۔ اکبر راٹھور مسکرا کر رہ گئے۔

”اس کا مطلب ہے، اب خون اور دوا کی شیشی کی رپورٹ آنے کے بعد ہی ہم کچھ کر سکیں گے۔“ دلیرے جناب اگر ہم صبح سے پہلے کوئی کام کی بات معلوم کر لیں جو باری کے حق میں جاتی ہو تو کیا آپ ضمانت کرانے میں کامیاب ہو جائیں۔“

بیمیں نہیں اس صورت میں تو وہ رہا بھی ہو سکتا ہے۔ انہوں

نے کہا۔

لھر پہنچ کر ہم کھانا کھا کر فارغ ہونے ہی تھے کہ فون کی گھنٹی گنگنے لگی۔ میں نے جلدی سے ریسپور اٹھایا۔ دوسری دن اکبر راضہ تھے۔

”بیو شوکی، ایک انتہائی حیرت انگیز خبر سننے کے لیے تیار ہو جاؤ۔“

”کیا اب ہم سڑکاری کی ضمانت کمرلے میں کامیاب ہو جائیں گے؟“

”شاید، ابھی یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ تم نے جو خون نشینی میں دیا تھا، وہ انسانی خون ہرگز نہیں ہے۔“

”جی کیا فرمایا، انسانی خون نہیں ہے، تو پھر کیا کسی جنس کی بھوت کا خون ہے؟ میں نے بوکھلا کر کہا۔

”ابھی تک مکمل رپورٹ نہیں مل سکی۔ آدھ گھنٹے تک مکمل رپورٹ مل جائے گی اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ خون کس چیز کا ہے، تاہم یہ ایک حیرت انگیز ترین خبر ہے کہ خون انسانی نہیں ہے۔“

”اس صورت میں مکان نمبر ۱۰ کی زبردست نگرانی ہونی چاہیے۔“
”نہیں، قاتل اس خون کو غائب نہ کر دے۔ ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔“
”ریشمی میں نے جو خون بھرا تھا، وہ کمرہ واردات کے فرش

سے ہی بھرا کیا تھا۔ اس لیے آپ کے خیال میں اس کمرے میں موجود خون کی حفاظت کا کیا انتظام ہونا چاہیے؟

”میں سوچتا ہوں۔“ انہوں نے کہا، اور چند سیکنڈ تک خاموشی بھائی رہی۔ آخر ان کی آواز پھر سنائی دی:

”ایک صورت تو یہ ہے کہ میں جہالی نور کو یہ بات بتا دوں۔ اس صورت میں یہ اس کا فرض ہوگا کہ وہ وہاں سے خون حاصل کرے اور اس کا تجزیہ کرائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تم لوگ خود رات بھر اس مکان کی نگرانی کرو۔ لیکن میں اس صورت کو غیر محفوظ خیال کرتا ہوں، لہذا مجھے جہالی نور کے پاس جانا ہی ہوگا۔ میں اپنے ساتھ ایک اور آدمی کو بھی لے جاؤں گا، تاکہ بعد میں اسے بطور گواہ پیش کیا جاسکے۔“

”یہ ترکیب بہت اچھی ہے۔ کیوں نہ ہم بھی آپ کے ساتھ چلیں۔“

”جیسے تم لوگوں کی مرضی، مجھے کوئی اعتراض نہیں، تو پھر میں اپنی گاڑی لے کر آ جاتا ہوں۔“

”بہت بہت شکریہ۔“ میں نے کہا اور اکبر راٹھور نے ریسپور لکھ دیا۔

”لو بھئی، کمرے میں چھپے ہو، خون انسانی خون نہیں ہے۔“ میں نے یہ خبر انہیں بھی سنائی۔

”اوہ! اسی لیے خون اتنی زیادہ مقدار میں نظر آ رہا تھا۔ آفتاب“

پوچھا۔

”ارے ہاں! یہ بات تو ہم بھول ہی گئے تھے۔“

آباجان اور اتنی جان خاموشی سے ہیں تک رہے تھے۔ آخر انہیں بھی ساری بات بتانا پڑی۔ اتنے میں باہر کار کے مارن کی آواز سنائی دی اور ہم باہر پہنچے۔ اکبر راٹھور پہلے کی نسبت بہت پر جوش نظر آ رہے تھے۔ ان کے ساتھ ایک خوش شکل جوان آدمی بیٹھا تھا۔ ہم پچھلی سیٹ میں دھنس گئے۔ چند منٹ بعد ہم تھانے میں داخل ہو رہے تھے اور جب جلالی نور کے کمرے میں داخل ہوئے تو پہلے تو اس نے حیران ہو کر ہمیں دیکھا، پھر بُرا سا منہ بنایا۔ ”فرمائیے وکیل صاحب! کیسے آنا ہوا۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔“

”جوڑی کیس میں ایک بہت اہم بات معلوم ہوئی ہے۔ آپ نے کمرہ واردات میں پھیلے خون کو تو یسارٹری میں چیک کرایا ہوگا؟“ اس کی کیا ضرورت تھی۔ لاش خون میں ڈوبی ہوئی تھی۔ وہ خون مقتول کا ہی ہو سکتا تھا۔

”اس قسم کے کیسوں میں خیالات کو بنیاد نہیں بنایا جاسکتا۔ بات پایہ ثبوت کو پہنچانی چاہیے، لہذا ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ اس خون کا تجزیہ کرایا جائے۔“

”لیکن اس کی کیا ضرورت ہے؟“ جلالی نور نے بھنکا کر کہا۔

”اس کی ضرورت ہے۔ میرے ان ٹیرول نے وہاں سے

تھوڑا سا خون ایک شیشی میں حاصل کیا تھا اور میرے ذریعے اسے ایک پیرایوٹیبیبارٹری میں چیک کرایا ہے۔ اس بات میں اب کسی شک کی گنجائش نہیں کہ وہ خون کسی انسان کا نہیں، جانور کا ہے۔“

”کیا، نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔“ جلالی نور چلا اٹھا۔

”ہم تجربہ کر چکے ہیں اور آپ کو تصدیق کرنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ میرے ساتھ اس وقت درجہ اول کے ایک محٹرٹ بطور گواہ موجود ہیں۔ یہ عدالت میں اس بات کی گواہی دیں گے کہ ہم نے یہ اطلاع آپ تک پہنچا دی تھی۔ اب آپ جانیں یا آپ کا کام ہے۔ یہ کہہ کر اکبر راٹھور اٹھ کھڑے ہوئے۔

ان کے ساتھ ہی ہم بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ جلالی نور کا چہرہ ست گیا تھا۔ اس کی آنکھیں ویران نظر آ رہی تھیں۔ ہم وہاں ٹھہرنے کے اور باہر نکل کر کار میں بیٹھ گئے۔

”جلالی نور بوکھلا گیا ہے۔“ اکبر راٹھور بولے۔

”ہاں! اب اسے خون کا تجزیہ کرانا ہی ہوگا۔“ محٹرٹ مسکرا کر بولے۔

وہاں سے ہم اکبر راٹھور کے دفتر پہنچے۔ اندر داخل ہوئے تو فون

کی گھنٹی بجنے لگی۔ راٹھور صاحب نے فوراً رسیور اپنے کان سے لگا لیا اور پھر دوسری طرف کی گفت گو سنتے رہے۔ آخر رسیور اٹا کر ہماری طرف دیکھنے لگے۔ ان کی آنکھوں میں جوش بھی تھا اور حیرت بھی، آخر بولے:

”ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم کل ضمانت کرانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

”فون کس کا تھا۔ آپ ہمارے ممبر کا امتحان کیوں لے رہے ہیں۔“

”فون ہمارے یسبادٹری انچارج کا تھا۔ اس نے بتا دیا ہے کہ خون کس جانور کا ہے۔“ اکبر راٹھور شیر انداز میں مسکرائے۔

”اوہ، تو پھر بتائیے نا۔“

”اور پھر جوں ہی اکبر راٹھور نے ہمیں یہ بتایا کہ خون کس جانور کا تھا۔ ہم اچھل پڑے۔ ہماری آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔ پیشانیوں پر بل پڑ گئے۔“

بھاگنے نہ پائے

”اور شربت کی شیشی کا کیا رہا، کیا اس دوا کی جانچ نہیں ہو سکی ابھی تک۔“ چند سیکنڈ بعد میں نے اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

”ہاں، اس کے بارے میں بھی رپورٹ مل چکی ہے۔ وہ دوا بے کی کھانسی کے لیے بہت مفید ہے اور پورے ملک میں نہایت امیابی سے استعمال میں لائی جا رہی ہے۔ اس کے مقابلے میں دوسری کمپنیوں کے شربت بہت کم فروخت ہو رہے ہیں۔“

”یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ اس رپورٹ سے تو ہمارے کیس کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔“ اشفاق نے پریشان ہو کر کہا۔

”کاش، ہم کسی طرح اس دوا کا بھی تجربہ کر سکتے جو کمرہ دروات سے ملتی تھی، لیکن وہ تو جلالی نور کے قبضے میں ہے اور ہمیں اس بات کی ہوا بھی نہیں لگنے دے گا کہ اس میں باجیئر پائی گئی ہے۔“ اکبر راٹھور بولے۔

یہ کہ جب بس کے بارے میں جاننے کی ضرورت تھی کہ یہ
عدالت ظاہر ہے اس میں وہی دے کی دوا ہوگی جو ہمارے در
نیشی میں نکلی ہے : آفتاب بولا۔

سب سے پہلے تو ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ جلدی نور ب
کمرہ واردات سے خون حاصل کر کے اس کا تجربہ کراتا ہے یا نہیں
اور یہ کام تم بہتر طور پر کر سکو گے، لہذا فوراً مکان نمبر ۱۰ کی دہان
روانہ ہو جاؤ اور اگر جلدی نور اندر داخل ہوتا نظر آئے تو مجھے
بھی اطلاع کر دینا۔ تاکہ کم از کم ہمیں یہ تو معلوم ہو جائے کہ وہ
خون لے گیا ہے :

”جی بہتر ہم یہی کریں گے، بلکہ اس کے علاوہ بھی کچھ کرنے
کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ کہہ کر میں اٹھ کھڑا ہوا۔ میرے ساتھ
تینوں اٹھے۔ جلد ہی ہم میری روڈ پر گئی نمبر ۵ کے سامنے موجود
تھے اور ایسے رخ سے کھڑے تھے کہ لگی میں داخل ہونے والے
اور باہر نکلنے والوں پر بخوبی نظر رکھی جاسکے۔ احتیاط یہ اختیار کی
کہ لگی کے دوسری طرف آفتاب اور اشفاق کو مقرر کیا۔

”لیکن بھائی جان، یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ جلدی نور آکر با
بھی چکا ہو۔ افلاق نے فکر مندانہ بچے میں کہا۔

”بھئی ہم پولیس سٹیشن سے سیدھے اکبر راٹھور کے دفتر گئے
تھے اور وہاں سے سیدھے ادھر آگئے ہیں۔ وہ اتنی جلدی کہ

مگر ہو سکتا ہے، جب کہ ہمیں لاکھڑی کمرہ ۱۰ کی دہان
پر عمل بھی روانہ ہونے کی تیاری میں کچھ دقت آئے تھے۔ میں نے
جواب دیا۔

”ٹھیک پندرہ منٹ بعد جلدی نور کی جیب کئی میں داخل ہوئی
نظر آئی۔ ہم نے سکون کا رشتہ یہ۔ پندرہ منٹ بعد جیب دہان
ہوتی نظر آئی اور ہم دونوں گروپ آگے بڑھ کر لگی میں آئے۔

”میں ایک نظر اس مکان پر اور دُعا چاہتا ہوں۔ یہ بھی
عینان ہو جائے گا کہ جلدی نور خون لے گیا ہے یا نہیں :

”چلیے، یہ بھی دیکھ لیتے ہیں۔
ہم کھڑکی کے راستے اندر داخل ہوئے۔ کمرہ واردات کے
داخل سے بہت سا خون کھریا گیا تھا۔ سب کمرہوں کو ایک بار پھر غور
سے دیکھنے کے بعد ہم چھت پر آئے۔ یہاں ابھی تک خون کے دھبے
موجود تھے۔ اب میں نے ایک کاغذ پر خون کے یہ دھبے جمع کرنا
نہ دے کیے۔

ان کا کیا کریں گے؟ اشفاق نے حیران ہو کر کہا۔
”بس دیکھتے جاؤ۔ میں نے کہا۔

”دیکھ تو خیر ہم رہے ہیں۔ اس کیس میں تو آپ پورے شرمک
نظر آ رہے ہیں۔ افلاق بولا۔

”معلوم ہوتا ہے، تم آج کل زور شور سے بڑھتی ہوئی تھوڑی

لگے ہوئے اشفاق نے جلدی سے کہا۔
خون جمع کر کے ہم نیچے اترے اور ایک بار پھر اکبر راٹھور

کے دفتر پہنچے۔
”مبارک ہو جناب“ آپ کی ترکیب کار گر رہی۔ جلالی نور خون
لے گئے ہیں۔“

”چلو شکر ہے۔“
”اب یہ پڑیا وصول کیجیے اور اسے بھی یسارٹری بھیج دیجیے۔“
میں نے کہا۔

”اور اس میں کیا ہے؟“
”اس میں بھی خون ہے، لیکن مجھے امید ہے کہ اس میں
انسانی خون ہوگا۔“

”اوہ اچھا۔“ انہوں نے چونک کر کہا اور پڑیا لے کر اپنے
ماتحت کو بلایا۔ ماتحت نے پڑیا لی اور ہدایت سن کر چلا گیا۔

”اب ہم چلتے ہیں۔“ اس پڑیا کے بارے میں بھی رپورٹ جلد
مل جائے تو اچھا ہے۔ ویسے جناب، اگر ہم ایک لاش نکلوں تو
اس کا معائنہ کرانا چاہیں، تو کیا اجازت مل سکے گی۔“

”کیا مطلب؟“ اکبر راٹھور حیرت سے اچھل پڑے۔

”میں چاہتا ہوں، ایک لاش قبر سے نکالی جائے۔ اس کا
پوسٹ مارٹم کیا جائے۔ مجھے زبردست امید ہے کہ اسے زہر دے

کر ہلاک کیا گیا ہے، لیکن کسی نے محسوس نہیں کیا کہ اس کی موت
غیر قدرتی انداز میں ہوئی ہے، لہذا اس غریب کو دفن کر دیا گیا۔
اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو ہمارا کیس بہت مضبوط ہو جائے گا
اور ہم مسٹر جوڑی کو صبح رہا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“
”اچھی بات ہے، تم اس کا نام وغیرہ اور تاریخ وفات لکھ
کر دے دو۔“

”ہم ایک گھنٹے تک پہنچا سکتے ہیں۔“
”چلو ٹھیک ہے۔“ انہوں نے کہا۔

اور ہم نئی مہم پر روانہ ہو گئے۔ جس شخص کی لاش قبر سے
نکلوانا چاہتے تھے، اس کا نام اور پتا معلوم کیا گیا اور پھر اکبر راٹھور
کے حوالے کر کے ہم اپنے گھر آ گئے۔ ایک گھنٹے بعد خون کی رپورٹ
مل گئی۔ اس مرتبہ خون انسانی ہی ثابت ہوا تھا اور یہ بات ہماری
امیدوں کے عین مطابق تھی۔ ساتھ ہی اکبر راٹھور نے یہ خوش خبری
سنائی کہ وہ لاش نکلوانے کا اجازت نامہ حاصل کر چکے ہیں اور یہ
کوشش بھی کریں گے کہ پوسٹ مارٹم ہنگامی حالات میں فوری طور
پر کیا جاسکے۔

ہم رات بھر جاگتے رہے۔ صبح کے تین بجے اکبر راٹھور کی آواز
بیریل فون سنائی دی۔

”ہیلو، مبارک ہو۔ تمہارا خیال درست نکلا۔ اس غریب کو واقعی

زہر دیا گیا ہے۔ اب کیا کرنا ہے۔
 "اب آپ آرام سے سو جائیں۔ صبح عدالت میں ملاقات ہوگی۔ میں نے خوش ہو کر کہا۔"



کمرۂ عدالت میں تل دھرنے کو جگہ نہیں تھی۔ جس وقت جج صاحب اندر داخل ہوئے سب تعظیم سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور ان کے بیٹھنے کے بعد ہی بیٹھے۔ شروع میں کچھ دوسرے کیس پیش ہوئے۔ آخر میں ان کی باری آئی۔ مسٹر باری کو کمرۂ عدالت میں لاکر مجرموں کے کھڑے میں کھڑا کیا گیا۔ اس کا چہرہ بالکل زرد ہو رہا تھا۔ مسٹر باری وکیل کے ساتھ ہی جلدی نور بھی موجود تھا۔ ادم ہم الکمر راٹھور کے قریب کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ جلدی نور نے کوشش کر کے کیس جج کریم الدین کی عدالت میں لگوا دیا تھا۔ آخر ان کی گونج دار آواز ابھری :

"مقدمے کی کارروائی شروع کی جائے۔"

"بہت بہتر جناب والا۔ مسٹر باری وکیل نے اٹھتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے اپنا ابتدائی بیان پڑھا۔ جس میں بتایا گیا کہ کس طرح لاش دریافت ہوئی۔ خنجر پایا گیا اور خنجر پر ملزم کی انگلیوں

کے نشانات پائے گئے۔ یہ بھی کہ موقع سے ملزم ہماری مدد سے فرار ہونے میں کامیاب ہوا۔ یہ ملزم الزام تھا۔ وہ ہماری مدد سے فرار نہیں ہوا تھا۔ ہم مہر اور سکون سے بیان سنا کیے۔ اس کے بعد ہمارے وکیل کی باری آئی۔ انہوں نے پروتہ آواز میں صرف اتنا کہا :

"میں وکیل سرکار کو الزامات ثابت کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔"

اتنا کہ کر وہ بیٹھ گئے۔ مسٹر باری وکیل نے سب سے پہلے ڈاکٹر کو پیش کیا جس نے موقع پر لاش کا معائنہ کیا تھا ڈاکٹر نے بتایا کہ کس طرح رات کے تقریباً دو بجے اسے یہی روڈ کے مکان نمبر ۱۰ میں بلایا گیا۔ وہاں ایک عدد لاش موجود تھی۔ معائنے سے صاف پتا چلتا تھا کہ اس شخص کو خنجر مار کر ہرک کیا گیا ہے۔

"مسٹر راٹھور، آپ جرح کر سکتے ہیں۔ گواہ کا بیان ختم ہونے کے فوراً بعد مسٹر باری وکیل نے کہا۔

"شکریہ ڈاکٹر صاحب، جس وقت آپ نے لاش کو معائنہ کیا اس وقت رات کے دو بج رہے تھے۔ پھر آپ نے کیا اندازہ کیا کہ اس شخص کو کس وقت ہلاک کیا گیا تھا یا اسے مرنے کتنے گھنٹے ہو چکے تھے؟

"لاش کا جسم بالکل سرد اور اکھڑا ہوا تھا۔ میرے اندازے کے مطابق اسے شام سات بجے سے لے کر رات بارہ بجے کسی وقت

بدی یا نیکی؟ ڈاکٹر نے جواب دیا
 "ڈاکٹر صاحب! یہ تو بہت اچھا وقت ہے آپ اسے پھر لم
 نہیں کر سکتے؟"

"زیادہ سے زیادہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اسے ششماں سے
 سے رات میں نیند کے دوران ہلک کر دیا گیا۔
 شکر ہے کہ اس کا دست و پا تو تھوڑے ہی عرصے میں ہارٹم کی پورل
 سے معلوم کر لیں گے۔ آپ یہ بتائیے کہ اس کی جسم پر ششماں کے
 زخم کے علاوہ کچھ اور نشانات بھی تھے؟"

"ہاں اس کے سر اور کمر پر نیل پٹے پائے گئے تھے ڈاکٹر نے
 جواب دیا۔

"آپ کے خیال میں یہ نیل اس طرح پڑے ہوں گے؟
 میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں موقع پر موجود نہیں تھا۔
 ڈاکٹر نے بے ہوشی کے عام ہیں کہا اور تمام مایوں نے ایک قسم
 سے ہلکا کر دیا۔

"سزا کا جواب یہ ہے کہ کیا وہ نشانات قابل تامل تھے؟
 کے مطابق وہ کسی جسم پر نہیں لگے ہوں گے؟"

"میں نہیں جانتا کہ ڈاکٹر نے کیا
 جواب دیا۔ وہ تو بالکل بالکل نہیں جانتا۔ اب اسٹوڈنٹ کے

سرکاری وکیل نے اپنا دوسرا گواہ انکیوں کے نشانات پر
 پیش کیا۔ اس نے آکر بتایا کہ خنجر پر پائے جانے والے نشانات
 میں اور ملزم کی انگلیوں کے نشانات میں تو ایسی کوئی فرق نہیں
 "آپ جانتے ہو کہ میں؟" سرکاری وکیل نے کہا۔

"میرا خنجر پر ملزم کے علاوہ بھی کسی کی انگلیوں کے نشانات
 پائے گئے ہیں۔"

"پتہ نہ ملے گا کہ ان نشانات کی وجہ سے
 "اب آپ کے پاس ان کا بھی ریکارڈ موجود ہے؟" اب اسٹوڈنٹ
 نے سوال کیا۔

"جی ہاں۔"

"ان نشانات کا بھی کسی اور کے نشانات سے تشابہ پایا
 "نہیں،" قضاے کے لیے مجھے صرف ملزم کی انگلیوں کے
 نشانات ہی دیکھنے گئے تھے۔"

"شکر ہے کہ میں نے کچھ اور نہیں پوچھا۔ انہوں نے کہا
 "نواہ بھی لکھنے سے ہٹ گیا۔"

"اب سرکاری وکیل نے سر جین کو پیش کیا تھا اس نے بیکار
 اٹل ٹاپوٹ مارٹن اس نے کیا ہے اور یہ کہ موت خنجر لگانے
 سے قانع ہوئی ہے۔ سرکاری وکیل نے اب اسٹوڈنٹ کو جین کی
 موت دی، تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔"

"آپ کا کہنا ہے کہ موت خنجر لگنے سے واقع ہوئی ہے جبکہ جسم پر اور چوڑوں کے نشانات بھی ہیں۔ کیا موت ان چوڑوں کی وجہ سے تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں۔ وہ ایسی چوڑیاں نہیں جن سے آدمی مر جائے۔ مہرجن نے کہا۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ کیا دماغی چوڑی بعض اوقات جان نہیں لے لیتی؟"

"ہاں یہ ٹھیک ہے، لیکن یہ موت خنجر لگنے سے واقع ہوئی ہے۔"

"موت کس وقت واقع ہوئی آپ کے خیال میں؟"

"میرا اندازہ رات دس بجے کا ہے۔"

"شکریہ، آپ جا سکتے ہیں۔ اکبر راٹھور نے مسکرا کر کہا۔"

اس کے بعد سرکاری وکیل نے جلالی نور کو بھی پیش کیا۔

اس نے لاش ملنے اور لاش سے پہلے ہم سے مکان نمبر ۱۰ کے

اندر ملاقات کا حال کہ سنایا۔ یعنی ہمارے خلاف بھی زہر اگلا۔

اس کی کہانی ختم ہوئی تو سرکاری وکیل نے اٹھتے ہوئے کہا:

"جناب والا، ان حالات کی روشنی میں میں درخواست کرتا

ہوں کہ ملزم کی ضمانت منظور نہ کی جائے۔"

"جب کہ میرا کہنا یہ ہے کہ ملزم ضمانت پر رہا کیے جانے

مستحق ہے۔ اکبر راٹھور نے جلدی سے اٹھ کر کہا۔

"کیا آپ بھی کوئی گواہ پیش کرنا چاہتے ہیں؟ جج صاحب نے ان سے پوچھا۔"

"جی ہاں، کیوں نہیں جناب والا، میں مسٹر شوکی کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے پرسکون آواز میں کہا۔"

"ٹھیک ہے۔ جج صاحب مسکرائے اور میں دھک دھک

کرتے دل کے ساتھ گواہوں کے کھڑے میں جا کھڑا ہوا۔

"مسٹر شوکی، پہلے تو آپ پرسوں رات جو کچھ ہوا بیان کر دیں

اس کے بعد میں سوالات کروں گا۔"

"جی بہتر۔"

"لیکن جناب والا، گواہ نے ابھی حلف نہیں اٹھایا۔ سرکاری

وکیل نے اعتراض کیا۔"

"مطمن رہیے، میں جو کچھ کہوں گا، خدا کو حاضر اور ناظر جان

کر کہوں گا اور سچ کے سوا کچھ نہیں کہوں گا۔"

"ٹھیک ہے شوکی۔ حالات بیان کرو۔"

"جناب والا، پرسوں رات فون کی گھنٹی سن کر ہماری

آنکھ کھلی۔ میں نے ریسپورڈ اٹھایا تو ایک شخص گھبراہٹ ہوئی آواز

میں ہمیں، میری روڈ کی گلی نمبر ۱۰ کے مکان نمبر ۱۰ میں بلا رہا تھا۔

اس کا کہنا تھا کہ وہ ایک عجیب و غریب منیبت میں مبتلا ہو گیا

نے سوال کیا۔ ان کے اس سوال پر جلالی نور نے بالکل ازیں بات
کیا۔ میں دیکھنے سے سنا لیا اور بولا:

”جی ہاں، ہم نے پتہ کا جس معائنہ کیا تھا:

”پھر تم لوگوں نے وہاں کیا دیکھا؟

”وہاں بڑے بڑے خون کے دھبے موجود تھے اور قدموں کے نشانات

بھی صاف دیکھے جاسکتے تھے۔ میں نے کہا۔

”تم نے کمرہ واردات میں پتیلے ہوئے خون میں سے پتہ خون

ایک شیشی میں بھرا تھا؟

”جی ہاں۔“

”پھر چھت پر ملنے والے خون کے دھبے بھی ایک کاغذ پر

جمع کیے گئے؟

”جی ہاں، پھر میں نے یہ دونوں آپ کو دے دیے اور آپ

نے ان دونوں کا تجزیہ کرایا۔ رپورٹ کے مطابق کمرہ واردات میں

بھیلا ہوا خون کسی انسان کا نہیں، ایک جانور کا ہے، جب کہ چھت

پر پائے جانے والے خون کے دھبے انسانی خون کے دھبے ثابت

ہوئے۔“

”اوہ“ جج صاحب چونک اٹھے۔

”اور پھر آپ ہمیں ساتھ لے کر مسٹر جلالی نور کے پاس گئے۔

نہیں بتایا کہ کمرے میں موجود خون انسانی نہیں ہے، لہذا انہیں جانی

ہے۔ پتا چل گیا، وہاں پہنچے۔ مکان نمبر ۱۰ کے ”دواخانے“ پر سالانہ

ہوا تھا۔ اس کے دائیں اور بائیں دو کھڑکیاں ہیں، دونوں کھڑکیوں

پر دونوں طرف پٹنیاں ملی تھیں۔ ہوں ہی ہم نے ایک کھڑکی کی

پٹینی کرائی۔ ملزم کھڑکی میں سے باہر نکل آیا۔ اس نے جیوں بتایا

کہ اندر ایک لاش موجود ہے۔ وہ چاہتا تھا ہم اور وہاں سے

بھاگ نکلیں، لیکن ہم نے مناسب خیال کیا کہ اندر داخل ہو کر پولیس

کو فون کریں۔ ہماری تجویز سن کر ملزم گھبرا گیا اور بھاگ نکلا۔ آخر

ہم مکان میں داخل ہوئے۔ لاش کو دیکھا اور پھر پولیس کو فون کر دیا۔

یہاں تک کہ کمرے میں خاموش ہو گیا۔

”شکر یہ شوکی۔ اب میں سوالات شروع کرتا ہوں تم نے لاش

کا معائنہ کرتے وقت کیا خاص بات نوٹ کی؟“

”پہلی بات یہ کہ لاش کے ارد گرد بہت بڑی مقدار میں

خون پھیلا ہوا تھا، جب کہ مرنے والا پتلا دبلا آدمی تھا اور اس کے

بسم سے اتنا زیادہ خون نہیں نکل سکتا تھا۔ دوسرے یہ کہ لاش کے

پاس دوا کی ایک شیشی رکھی تھی، جس میں سرخ سے رنگ کا سرپ

تھا۔ پولیس کے آنے پر ہم نے بیان لکھوا دیا۔“ میں یہاں تک کہ

کہ خاموش ہو گیا۔ جج صاحب کو یہ بتانے سے پرہیز کیا کہ ہمیں

میں نے بتایا گیا تھا، حالانکہ جلالی نور نے ہمارے خلاف زہر لگا تھا۔

کیا تم نے مکان نمبر ۱۰ کی چھت کا بھی معائنہ کیا تھا؟ اگر اٹھو

کہ وہ خون کا تجزیہ کرائیں۔ میں نے کہا۔ یہ سے ان الفاظ کے ساتھ
ہی اکبر راٹھور نے کہا :

"اب جب کہ کمرہ واردات میں پھیلا ہوا خون انسانی نہیں، تو
ملزم کو زیرِ حراست نہیں رکھا جاسکتا۔ اگر خنجر ملزم نے ہی جوزی ہٹا
کو مارا تھا تو فرش پر خون بھی مقتول کا ہونا چاہیے تھا۔"

"تب پھر یہ معاملہ کیا ہے۔ وہاں کسی جانور کا خون کیوں پھیلا
ہوا پایا گیا۔ جج صاحب حیران ہو کر بولے۔

"یہی نہیں جناب والا، مکان نمبر ۱۰۰ کے مالک کا کہنا ہے کہ
انہوں نے اپنے مکان کی کھڑکیوں پر بیرونی طرف کوئی چٹھنیاں نہیں
لگوائیں۔ جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ دونوں کھڑکیوں پر باہر کی طرف
چٹھنیاں لگی ہوئی ہیں اور یہ چٹھنیاں بالکل نئی ہیں۔ گویا کسی نے فوری
ضرورت کے تحت لگوائی ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے، جوزی اچانک
کسی کے ہاتھوں مارا گیا۔ اسے اس خالی مکان کے بارے میں معلوم

تھا، لہذا اس نے لاش اسی مکان میں ڈال دی، لیکن چونکہ خون پیلے
ہی نکل چکا تھا اور پولیس خون کی عدم موجودگی میں فوراً یہ جان لیتی
کہ قتل کسی اور جگہ ہوا ہے، لہذا اس نے جانور کا خون لاش کے ارد

گرد پھیلا دیا۔ تاکہ یہ معلوم ہو کہ قتل اسی کمرے میں ہوا ہے، پھر خود
ہی مقتول کے بھائی کو فون کر دیا اور فون پر خود کو بھائی ظاہر کرتے
ہوئے کہا کہ مصیبت میں ہوں اور فلاں جگہ ہوں۔ اس کے وہاں

اجینے سے پہلے ہی کھڑکیوں میں چٹھنیاں لگا دی گئیں۔ مگر وہ
نکل جانے کے بعد نکل نہ سکا، چنانچہ ملزم جانی کی محبت میں
وہاں پہنچا اور اندر داخل ہو گیا۔ چنانچہ وہ سے بند کر دی گئی۔
پولیس کو فون کر دیا گیا کہ مکان نمبر ۱۰۰ میں کوئی گولی پڑا ہے۔ اور
ملزم نے اندر جب خود کو مصیبت میں دیکھا، تو اس نے شوکی اینڈ
کو فون کر دیا۔ ان کے گھر والے اس نے اخبارات میں پڑھتے تھے اور
فون بند دیکھ کر بھی نوٹ کر رکھتے تھے۔ یہ نوٹ پولیس سے پہلے پہنچ
گئے اور اس کے بعد پولیس۔ یہاں تک کہ اکبر راٹھور خاموش ہو
گئے۔

"ان حالات میں میں ملزم کو زیرِ حراست لینے کی کوئی وجہ نہیں
سمجھتا۔ ملزم کو ضمانت پر رہا کیا جاتا ہے اور پولیس کو تفتیش کرنے
کی اجازت دی جاتی ہے۔ جج صاحب کے یہ الفاظ سن کر ہمالی نر
"مہاراجی وکیل کے چہرے سیاہ پڑ گئے۔

"جناب والا، اگر آپ اجازت دیں تو شوکی اینڈ برادر عدالت
کے سامنے ہی اصل راز سے پردہ اٹھا سکتے ہیں۔ ان عدالت کا پھر
نت صانع ہو گا۔"

"آج کی تاریخ کے تمام کیس پہلے ہی نبھائے جا چکے ہیں۔
بہرحال مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ جوزی کیس میں شوکی برادران بھی پیش
آ رہے ہیں، اس لیے میں نے خود ہی اس کیس کو سب سے آخر میں

پیش کرنے کی ہدایات دی تھیں۔ جج صاحب نے مسکرا کر کہا۔
 "گویا آپ ہمیں اجازت دے رہے ہیں۔ میں نے خوش ہو کر کہا۔

"ماں بھئی، پولیس کی کارروائیوں میں وقت بھی ضائع ہوگا اور قومی سرمایہ بھی۔ اگر اس کے بغیر ہم اصل مجرم کو گرفتار کر لیں تو یہ بہت ہی اچھا ہے۔ میں خوشی سے وقت دینے کے لیے تیار ہوں۔ انہوں نے کہا۔

"شکریہ جناب والا، مکان نمبر ۱۰۸ کا معائنہ کرتے وقت ہم نے سوچا، اس مکان میں اتنی زبردست گڑبڑ ہوئی کہ چھت پر بھی دھینکا مشتی کے آثار موجود ہیں اور لاش پچلے کمرے میں۔ تو کیا ساتھ والوں کو کوئی خبر نہیں ہوئی ہوگی۔ یہ سوچ کر ہم نے کوٹھی نمبر ۱۰۹ کے دروازے پر دستک دی۔ مکان نمبر ۱۰۸ کے دائیں طرف کوئی مکان نہیں لگتا، صرف ۱۰۱ کی دیوار ملی ہوئی ہے۔ اس طرف ہماری ملاقات سٹر میٹروکسٹ ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ رات کے وقت ساتھ والے مکان میں کسی گڑبڑ کی آواز نہیں سنی۔ آخر ہم مایوس ہو کر باہر نکلے۔ بات ہمیں ایک چھوٹی سی بچی پودوں کو ہانی دیتی نظر آئی۔ ہم اتنی چھوٹی سی عمر کی بچی کو یہ کام کرتے دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔ اس کی تو یہ عمر تعلیم حاصل کرنے کی تھی؛ چنانچہ ہم نے اس سے چند سوالات کیے۔ معلوم ہوا کہ اس کا باپ اس کوٹھی میں

میرا مال لہو کرتا تھا۔ ایک صبح وہ مر گیا؛ حالانکہ وہ بھڑچکے تھا۔ اسے کوئی بیماری بھی نہیں تھی۔ اس کی موت کے بعد سٹر میٹرو نے اس کی بیٹی کو پودوں کو پانی دینے کا کام سونپ دیا اور اس کام کے بدلے میں اسے دو وقت کی روٹی دینے لگے۔ اس بچی کی دیکھ بھری کہانی سن کر ہمارے دل بھر آئے۔ اس کے بعد ہم مقتول کی بیوی سے ملے۔ ان سے معلوم ہوا کہ ان کا شوہر سیون سیز ڈرگ کمپنی میں ملازم تھا؛ چنانچہ ہم وہاں گئے تاکہ مقتول کے بارے میں معلوم کر سکیں کہ کس قسم کا آدمی تھا۔ معلوم ہوا، مت نیک اور ایمان دار آدمی تھا۔ جب ہم وہاں سے باہر نکل رہے تھے تو ہم نے ایک صاحب کو کار میں اندر داخل ہوتے دیکھا۔ وہ صاحب سٹر میٹرو بھتے۔ انہیں وہاں دیکھ کر اور وہ ہمیں وہاں دیکھ کر حیران ہوئے۔ اس وقت ہمیں معلوم ہوا، سیون سیز کمپنی سٹر میٹرو کی تھی۔ یہ بات ہمارے لیے کافی حیرت ناک تھی۔ سٹر میٹرو نے ایک روز پہلے ہم سے گفت گو کے دوران یہ بات نہیں بتائی تھی کہ مقتول ان کی کمپنی میں ملازمت کرتا تھا۔ یہی نہیں انہوں نے یہ بات پولیس کو بھی نہیں بتائی تھی۔ اس وقت انہوں نے یہ بات بھی تسلیم کی کہ واردات کی رات کو دراصل انہوں نے ہمارے کی آواز بھی سن لی تھی اور یہ وہی تھے جنہوں نے پولیس کو فون کیا تھا۔ جب ہم نے یہ کہا کہ یہ باتیں پولیس کے علم میں آئی

چاہیں، تو انہوں نے مجھے دھکی دی اور اپنے ایک غنڈے کے ذریعہ
 ہمیں پٹوایا اور جنگل میں پھینکوا دیا۔ غنڈے کا نام انہوں نے جمیر
 لیا تھا۔ جنگل سے ہم ایک دین میں لفٹ لے کر شہر پہنچے اور
 جلالی نور صاحب کو ان حالات کی رپورٹ کی۔ لیکن انہوں نے
 توجہ نہیں فرمائی۔ شاید انہیں ہماری باتوں پر یقین نہیں آیا تھا
 لہذا ہم مایوس ہو کر واپس سے چلے آئے۔ اس کے بعد خون حاصل
 کیا اور جب اس کی رپورٹ موصول ہوئی۔ تو گویا نقشہ ہی بدل
 گیا۔ ہر چیز بالکل صاف اور واضح ہونے لگی۔ اگر ہم اس خون
 کا تجزیہ نہ کراتے تو شاید مسٹر باری کو کبھی بے گناہ ثابت نہ کر سکتے
 تمام حالات اور واقعات کا جب میں نے نئے سرے سے جائزہ لیا تو
 ایک چیز بہت کھلی۔ آخر میں نے اکبر رائلٹور صاحب سے کہا کہ میں
 ایک لاش کا پوسٹ مارٹم کرانا چاہتا ہوں۔ کچھ عرصہ پہلے فوت ہونے
 والے ایک آدمی کی لاش کا۔ یہ میری بات سن کر بہت حیران
 ہوئے، لیکن جب میں نے اس آدمی کا نام لکھ کر دیا تو یہ تیار
 ہو گئے اور اجازت نامہ حاصل کرنے کے بعد قبر سے لاش نکلائی
 گئی۔ راتوں رات پوسٹ مارٹم کرایا گیا: چنانچہ یہ بات سامنے آئی
 کہ اسے زہر دیا گیا تھا۔

اسی وقت کمرہ عدالت میں موجود تماشاخیوں کے درمیان سے
 ایک شخص اٹھا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ میں نے فوراً

دروازہ نکالی۔

”جناب والا، مجرم بھاگ رہا ہے۔“

”خبردار، یہ شخص بھاگنے نہ پائے۔“ جج صاحب چلائے۔

دروازے پر موجود دو نگرانوں نے اس شخص کو پکارتے ہوئے

پکارت کی جو دروازے میں سے نکلا جا رہا تھا، لیکن دونوں کے

پہلوں پر اس کی کہنیاں اس زور سے لگیں کہ وہ دروازے سے

بک کر رہ گئے اور وہ نکلا چلا گیا۔ عدالت میں موجود ہر شخص ہلکا

ہوا رہ گیا۔ اسی وقت باہر سٹیوں پر سیٹیاں بجنے لگیں

شاید پولیس اس شخص کو گھیرنے میں مصروف ہو گئی تھی۔

دھرم کمرہ عدالت میں موت کا سناٹا طاری ہو چکا تھا۔

سے اسی حالت میں عدالت کے سامنے پیش کیا گیا۔ اتنے میں
بھال نور مسٹر میفلر کو لیے اندر داخل ہوا۔

”میں احتجاج کرتا ہوں“ مجھے بغیر کسی وارنٹ کے گرفتار
کیا گیا۔ مجھے اپنے وکیل کو بلانے کا موقع بھی نہیں دیا گیا۔
اس نے عدالت میں داخل ہوتے ہوئے چیخ کر کہا۔

”فکر نہ کریں مسٹر میفلر، آپ کو پوری طرح صفائی کا موقع
دیا جائے گا۔ آپ کو الزامات پڑھ کر سنا دیے جائیں گے، پھر
آپ اپنے وکیل سے ملاقات کر سکیں گے۔ ہاں تو شوکی، میں
تمہاری باقی ماندہ کمائی سننے کے لیے بے چین ہوں۔“

”بہت بہتر جناب والا، جس شخص کی لاش قبر سے نکھو کر
اس کا پوسٹ مارٹم کرایا گیا، وہ اس بچی کا باپ یعنی مالی
تھ۔ بچی نے بتایا تھا کہ ایک صبح اس کا باپ مردہ پڑا ملا
تھا اور اس کا چہرہ نیلا ہو گیا تھا اور یہ کام ہم نے اس وقت
کرایا جب لاش کے ارد گرد پھیلا ہوا خون انسانی ثابت نہ
ہوا۔ مگر مرغیوں کا نکلا۔“

”کیا؟ بہت سے لوگ بھلائے۔ ان میں جج صاحب کی
آواز بھی شامل تھی۔“

”جی ہاں، ہم جب مکان نمبر ۱۰۸ کا جائزہ لینے گئے تو ہماری
نظر کوٹھی نمبر ۱۰۱ کے دروازے پر رکھے کھڑے کے ڈرم پر پڑی تھی۔“

کل کسان

پھر کہتے ہی منٹ گزر گئے۔ آخر جج صاحب کی آواز لوگوں کے
بالوں سے ٹکرائی۔

”کیا یہ شخص مسٹر میفلر تھا؟“

”جی نہیں جناب والا، یہ مسٹر میفلر کا وہ غنڈہ ہے جس کے
ذریعے اس نے ہمیں پٹوایا تھا۔“

”اب۔ تب تو فوری طور پر مسٹر میفلر کی گرفتاری کا انتظام
کرنا چاہیے۔ مسٹر بھالی نور، فوراً حرکت میں آجائیے اور عدالت
کے حکم پر مسٹر میفلر کو گرفتار کر لیجیے۔“

”جی بہتر۔ بھالی نور نے مردہ آواز میں کہا اور کمرہ عدالت
سے نکل گیا۔“

تفتیشی پندرہ منٹ بعد پولیس جیمو کو گرفتار کرنے میں کامیاب
ہو سکی۔ وہ بھی اس حالت میں کہ اس وقت تک جیمو تین
دستبندوں کو زخمی کر چکا تھا اور خود بھی بُری طرح زخمی ہو چکا تھا۔

اس میں بہت سے مرغوں اور مرغیوں کے پر بھرے ہوئے تھے۔ ہمارے معلوم کرنے پر یہ بات سامنے آئی کہ آج مسٹر میفلر نے اپنے دوستوں کو دعوت دے رکھی ہے: حالانکہ اصل بات یہ تھی کہ دعوت تو انہوں نے مجبوری کے عالم میں دی تھی۔ لاش کے گرد پھیلانے کے لیے بہت سے خون کی ضرورت تھی اور آٹا، نمون، دو چار مرغوں سے حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ لہذا مرغی خانے سے بہت سے مرغ حاصل کیے گئے اور انہیں ذبح کر کے ان کا خون جمع کیا گیا اور لاش کے گرد پھیل دیا گیا۔ لہذا مرغوں کو ٹھکانے لگانے کا بہترین طریقہ یہ تھا کہ اپنے دوستوں کی دعوت کر دی جائے۔ یہ ہے کل کہانی جناب عالی۔

لیکن جتنی یہ کل کہانی کس طرح ہو گئی۔ ابھی تک یہ بات سامنے نہیں آ سکی کہ مسٹر میفلر نے مسٹر جوزی خان کو کیوں ہلاک کیا یا کرایا۔ اس بوڑھے مالی سے اسے کیا دشمنی تھی؟" "نچ صاحب بولے۔

"وہ ہم خود بھی ابھی تک تلاش نہیں کر سکے: تاہم اندازہ مذکورہ سکے ہیں اور ہمارا اندازہ یہ ہے کہ شہریت کی جو شیشی کمرہ واردات سے ملی تھی، یہ سارا چکر اس شیشی یا اس جیسی دوسری شیشیوں کے گرد گھوم رہا ہے۔ ہماری درخواست ہے۔ مسٹر میفلر کی ادویات کی کمپنی کو سیل کر دیا جائے اور ادویات کی

چھان بین کرائی جائے۔ اس طرح ساری حقیقت سامنے آ جائے گی۔

"اور میں سمجھتا ہوں کہ جج صاحب یہ ان ہو کر بولے۔ اور نہ دست بردار ہو گئی۔ تین دن بعد انہیں رخصت کا نوٹ بھیج دیا گیا۔

"بھئی کچھ معلوم بھی ہے۔ تم نے کیا کل کھدیا ہے؟ ان کی آواز میں ہنسی شامل تھی۔

"کل، کون سا گل جناب؟ میں نے یہ ان ہو کر کہا۔

"وہی میفلر گل؟ انہوں نے کہا۔

"تو کیا رپورٹ موصول ہو گئی ہے؟

"ہاں، بہت سنسنی خیز خبریں ہیں۔ یہیں آ جاؤ، انہوں

نے کہا۔

اور ہم اخراجی کے عالم میں اکبر راکھور کے دفتر پہنچے۔ وہ ہمیں دیکھ کر دل کش انداز میں مسکرائے۔ اور پھر کمرے کا دروازہ بند کر لیا، تاکہ کوئی ہمیں پریشان نہ کرے۔

"میفلر نے یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ جوزی خان اس شام سات بجے کے قریب اس کی کوٹھی میں آیا تھا۔ اس کے پاس شہریت کی وہ شیشی بھی تھی۔ اس نے کہا کہ وہ پولیس میں یہ رپورٹ درج کروانے جا رہا ہے کہ میفلر کی کمپنی دراصل دواؤں کی شیشیوں میں شراب فروخت کرتی ہے، کیونکہ اسے جو شیشی دی گئی ہے اس

میں دوا نہیں، شراب موجود ہے۔ وہ شراب کے ذائقے کو پہچانتا ہے کہ اس کے دوستوں نے ایک بار اسے یہ لت لگا دی تھی؛ چنانچہ میفلر نے کوئی چیز اس کے سر پر مار کر اسے بے ہوش کر دیا اور پھر جیمو کو بند کیا۔ جیمو نے خنجر اس کی کمر میں اتار دیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ ریش کو کہاں ٹھکانے لگایا جائے۔ انہیں اور تو کچھ نہ سوچا، یہی پروگرام بنایا کہ ساتھ والے مکان میں ڈال دیا جائے؛ چنانچہ انہوں نے ریش کے چہرے پر میک اپ کیا، تاکہ اس کا بھائی پہچان نہ سکے۔ دروازے کے راستے ریش نکال کر لانے اور اندر سے جانے میں خطرہ تھا، لہذا جیمو ریش کو اٹھا کر چھت پر لے گیا اور اسے مکان نمبر ۱۰ کی چھت پر چھینک دیا۔ پھر خود نگڑی کی سیڑھی کے ذریعے نیچے اترا اور ریش اٹھا کر نیچے کمرے میں لایا۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ ریش کے آس پاس خون کیسے پھیلا دیا جائے؛ چنانچہ مرغ فوج کیے گئے۔ سننے اور دوسرے کاغذات پر جوئے جوتی کی جیب میں تھے، اس لیے شیشی بھی ریش کے پاس رکھ دی گئی، تاکہ یہ شک نہ کیا جائے کہ خاص طور پر یہ شیشی غائب کی گئی ہے۔ اس دوران چٹھیاں لگا دی گئی تھیں۔ سب کھمبول سے فریغ ہو کر رات کو باری خان کو فون کیا گیا۔ پتہ ماہر سے مالی کو جی سی سیے زہر دے کر ہلاک کیا گیا تھا کہ اس نے جی دے کی شیشی میں شراب پانی تھی اور کسی زمانے میں

وہ بھی شراب پیتا رہا تھا۔ بس وہ میفلر کے پاس چلا گیا اور اسے بتا دیا کہ وہ جان چکا ہے کہ وہ کیا کاروبار کر رہا ہے؛ چنانچہ میفلر نے اسے زہر دے دیا اور اس کی موت کو قدرتی موت کہہ کر دفن دیا گیا۔ اس غریب کی موت پر توجہ دینے والا تھا ہی کون، لیکن مظلوم کا خون رنگ لا کر رہتا ہے۔ خنجر ہر جو دوسرے آدمی کی انگلیوں کے نشانات پائے گئے تھے، ان کا موازنہ جیمو کی انگلیوں کے نشانات سے کر لیا گیا ہے، وہ اسی کے ثابت ہوئے ہیں۔ میفلر نے بھی اقارب حرم کر لیا ہے۔ طریقہ دراصل یہ تھا کہ شراب والی شیشیوں پر ایک ننھا سا خاص نشان ایک مہر کے ذریعے لگایا جاتا تھا اور انہیں بالکل الگ بیٹیوں میں بند کیا جاتا تھا اور تمام شہر کو سپلائی کیا جاتا تھا۔ لیکن کبھی کبھار کوئی بوتل نشان لگنے سے رہ بھی جاتی ہوگی اور وہ دوا والی شیشیوں میں شامل ہو جاتی ہوگی۔ سب لوگ تو شراب کے ذائقے سے واقف نہیں ہوتے، لہذا کچھ لوگ دوا سمجھ کر پی گئے ہوں گے۔ لیکن مالی اور جوتی کی باری میں معاملہ اٹک گیا۔ اب مزے کی بات یہ ہے کہ حکومت ایک عرصے سے شراب کی خفیہ فروخت سے پریشان چلی آ رہی تھی اور شراب بنانے اور فروخت کرنے والے اس منظم گروہ کی نشان دہی کرنے یا گرفتار کرانے والے کے لیے حکومت نے بیس ہزار روپے کے انعام کا اعلان کر رکھا

تھا۔ یہ انعام اب تم لوگوں کو دیا جا رہا ہے۔ صبح تمہیں کمشنر صاحب نے بلایا ہے۔
 "ارے باپ رے۔ ہم ایک ساتھ لوے۔"

○

ہم اکبر راٹھور کے ساتھ کمشنر صاحب کے دفتر میں داخل ہوئے۔ وہ دوسرے کئی آفیسرز کے ساتھ بیٹھے تھے۔ ہم پر ایک ناگوار سی نظر ڈال کر انہوں نے اکبر راٹھور کی طرف دیکھا۔ شاید وہ انہیں بھی نہیں پہچانتے تھے۔
 "جی فرمائیے۔"

"میں اکبر راٹھور ہوں سر اور یہ شوکی برادرز ہیں۔"
 "ارے؟" انہوں نے چونک کر کہا۔ ناگوار سی جیسے کافور ہو گئی۔
 پھر انہوں نے نہایت گرم جوشی سے مصافحہ کیا اور کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"آپ لوگوں نے اس قدر شاندار کارنامہ انجام دیا ہے کہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ پہلے آپ لوگ ہمارے ساتھ چائے پیئیں گے۔ اس کے بعد میں آپ کو آپ کا انعام پیش کروں گا۔"
 "شکریہ جناب، ہم کس قابل ہیں؟ میں نے شرم کر لیا۔"

چائے اور چائے کے لوازمات سے فارغ ہو کر انہوں ایک پیکیٹ مجھے دیا۔ ظاہر ہے اس میں بیس ہزار روپے کے نوٹ تھے۔ ہم نے شکریہ ادا کیا اور باہر نکلے۔ فوراً ہی ہماری آنکھیں کیمروں کی روشنیوں سے چمکا چونڈ ہو گئیں۔ بے شمار اخباری رپورٹر وہاں جمع تھے۔ حیرت کی بات یہ کہ جب ہم اندر داخل ہوئے تھے اس وقت ایک بھی نظر نہیں آیا تھا۔ وہ ضرور ادم ادم موجود ہوں گے اور ہمارے اندر داخل ہونے پر دروازے کے نزدیک آئے ہوں گے۔
 ان سے جان پھڑانے میں پندرہ منٹ لگ گئے پھر اکبر راٹھور نے ہمیں دفتر کے سامنے اتار دیا اور ہمیں مبارک باد دیتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ جب ہم دفتر میں داخل ہوئے تو وہاں نہ صرف ارشد موجود تھا بلکہ باری خان بھی کرسی پر بیٹھا ادگھ رہا تھا۔ آہٹ سن کر دونوں چونکے۔

"خدا کا شکر ہے کہ آپ تشریف لائے؟" باری خان نے جلدی سے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے، آپ کو بہت انتظار کرنا پڑا۔"
 "جی ہاں، لیکن خیر کوئی بات نہیں۔ آپ لوگ تو میرے محسن ہیں۔ یہ لیجیے اپنا معاوضہ۔" انہوں نے بھی ایک پیکیٹ ہماری طرف بڑھا دیا۔
 "شکریہ، ایسی بھی کیا جلدی تھی۔ پیکیٹ میں کتنے پیسے ہیں؟"

"دس ہزار روپے" اس نے کہا۔

"دس ہزار روپے، لیکن دس ہزار روپے تو ہم نہیں لے سکتے۔ ہم نے تو پانچ ہزار روپے بنا منظور کیے تھے۔"

"جب کہ میں نے شروع سے یہ ارادہ کر رکھا تھا کہ آپ کو دس ہزار روپے ادا کروں گا۔"

"ہمیں افسوس ہے جناب، یہ نہیں ہو سکتا۔"

"دیکھیے، میں اپنی خوشی سے دے رہا ہوں" اس نے کہا۔

"اوام بھی اپنی خوشی سے کہہ رہے ہیں کہ صرف پانچ ہزار روپے وصول کر سکتے ہیں۔"

"میں نے آپ جیسے لوگ آج تک نہیں دیکھے۔ اس نے حیران ہو کر کہا۔"

"یہ تو اچھی بات ہے۔" آفتاب بولا۔

"ہماری امی جان کا خیال بھی سن لیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہم کبھی بھی اچھے کاروباری آدمی نہیں بن سکتے۔" اشفاق مسکرایا۔ "وہ بالکل ٹھیک کہتی ہیں۔ آج کے زمانے میں بھلا ایسا کون کرتا ہے کہ دوسرا دس ہزار معاوضہ دے رہا ہو اور آپ صرف پانچ ہزار قبول کر رہے ہوں۔"

"دیکھیے جناب، ہمارے والد صاحب کی نصیحت ہے کہ روزی کو حلال کر کے کھاؤ۔ ہم سمجھتے ہیں اس کیس میں ہمیں پانچ ہزار

سے زائد لینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اتنا معاوضہ بھی اس لیے لیتے ہیں کہ اس قسم کے کیسوں میں جان جانے کا خطرہ ہے اور مار تو عام طور پر کھانا پڑتی ہے۔ آپ کے کیس میں بھی ہمیں ایک ہاسر کے کتے مہنگم کرنا پڑے۔ میں نے جلدی جلدی کہا اور آخر اسے ہتھیار ڈالتے ہی بن پٹری۔ پانچ ہزار گن کر جیب میں رکھ لیے اور پانچ ہزار ہماری طرف کھسکا دیے، پھر اٹھتے ہوئے بولا:

"بہر حال، میں آپ لوگوں کا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔ اس کے جاتے ہی امی جان اور ابا جان اندر داخل ہوئے۔ ابا جان بھرپور انداز میں مسکرا رہے تھے، جب کہ امی جان کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔"

"خدا یا خیر، یہ آپ دونوں کے مزاجوں میں زمین آسمان کا فرق کیوں نظر آ رہا ہے؟"

"اس لیے کہ ہم دونوں تم لوگوں کی بات چیت دروازے میں کھڑے سنتے رہے ہیں۔ تم نے پانچ ہزار لوٹائے تو مجھے بہت خوشی ہوئی۔ جب کہ تمہاری امی جان کو غصہ آ گیا۔ انہوں نے کہا۔"

"اوہ۔ امی جان ہمیں افسوس ہے۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"افسوس کے بچے۔ انہوں نے تھملا کر کہا اور ہم مسکرا کر رہ گئے۔ عین اسی وقت ایک نوجوان آدمی دروازے کے عین

سامنے رکنا نظر آیا۔ اندراقتی جان کو دیکھ کر وہ جھجکا۔ ادھر ہمارے دل دھڑکے کہ اتنی جلدی ایک اور کیس۔ ابھی تو ہم رقم بھی نہیں سنبھال پائے تھے۔

”ایک منٹ جناب، ہم ابھی فارغ ہوتے ہیں“ میں نے اسے دروازے پر ہی ٹھراتے ہوئے کہا اور پھر اقتی جان کی طرف مڑا۔

”امی جان، آپ ذرا اندر تشریف لے جائیے“

”اچھا، لیکن یہ دوسرے پکیٹ میں کیا ہے؟ انہوں نے کمشنر صاحب والے پکیٹ کو گھومتے ہوئے کہا۔

”یہ ہمیں کمشنر صاحب کی طرف سے انعام ملا ہے۔ اس میں

بیس ہزار روپے ہیں“

”کیا؟“ امی جان چلا اٹھیں اور پھر کمرے سے نکل گئیں۔ ان کے جاتے ہی وہ نوجوان اندر آگیا۔

”تشریف رکھیے۔ فرمائیے ہم کیا خدمت کر سکتے ہیں؟“

”خدمت تو آپ کو کرنا ہی پڑے گی“ اس نے مسکرا کر کہا۔

”جی کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ میرا خیال ہے، آپ لوگ بہت انصاف پسند

واقع ہوئے ہیں“

”اس میں کیا شک ہے۔ اخلاق نے جلدی سے کہا: ہم جیسے

انصاف پسند تو آپ نے دیکھے بھی نہیں ہوں گے“

”تو پھر کل رقم میں سے نصف میرے حوالے کر دو“ اس نے پرسکون آواز میں ایک ایک لفظ چباتے ہوئے کہا۔

”کیا کہا؟“ ہم ایک ساتھ بولے۔

اور ہماری نظریں اس کے چہرے پر جم گئیں۔ وہ ابھی تک ہماری طرف شریہ انداز میں دیکھ رہا تھا۔

فہمی فہمی

چند لمحے تک ہم اسے اور وہ ہمیں گھورتا رہا — پھر مسکرا کر

بولتا :

"میں نے یہ کہا ہے کہ نصف روپے میرے حوالے کر دیں۔"
"لیکن، کیوں — کیوں حوالے کر دیں؟ آفتاب نے آنکھیں نکالیں۔"
"اس کی خاص وجہ ہے۔" وہ شوخ انداز میں بولا۔

"اور ہم وہ خاص وجہ جانتا چاہیں گے۔"
"ٹھیک ہے، میں وجہ ضرور بتاؤں گا۔ جب جنگ ہوتی ہے، اس میں بڑے بڑے آفیسر بھی مرتے ہیں اور سپاہی بھی، لیکن شہرت ہمیشہ بڑوں کے نصیب میں آتی ہے، بے چالے سپاہیوں کی شہادت کا کہیں ذکر بھی سننے میں نہیں آتا۔ اور اس طرح لاکھوں گنہگار شہید ایسے ہیں، جن کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں۔ حالانکہ اپنی قوم اور ملک کے لیے وہ بھی اتنی ہی پیاری زندگی قربان کرتے ہیں، جتنی کہ آفیسر لوگ....."

"آپ یہ تفصیل کیوں سنارہے ہیں۔ ان پچیس ہزار روپے سے جنگ کا اور شہیدوں کا کیا تعلق؟" میں نے اس کی بات کاٹ دی۔
"میں مثال دے رہا تھا۔ آپ نے جو کیس حل کیا ہے اس کیس میں میری حیثیت ایک گنہگار مجاہد کی سی ہے۔ اس نے پر سکون آواز میں کہا

"کیا مطلب؟ آپ کا اس کیس سے کیا تعلق۔ آپ تو اس کیس کے دوران ایک منٹ کے لیے بھی سامنے نہیں آئے۔" اشتفاق حیران ہو کر بولا۔

"اسی لیے میں نے گنہگار شہیدوں کی مثال دی ہے۔"
"مہربانی فرما کر وضاحت فرمائیے۔ کہیں آپ کوئی بلیک میلر تو نہیں ہیں۔ اگر بات ایسی ہی ہے تو یقین کر لیں، آپ ہم سے ایک پیسہ بھی وصول نہیں کر سکیں گے، کیونکہ ہم نے آج تک کوئی غیر قانونی کام نہیں کیا۔ میں روانی کے عالم میں کہہ گیا۔
"فکر نہ کریں، میں بلیک میلر وغیرہ کچھ بھی نہیں ہوں۔ ہاں مجھے آدھا ہیرو کہہ سکتے ہیں۔"

"آدھا ہیرو؟" ہم ایک ساتھ بولے۔

"جی ہاں، اس کیس کے آدھے ہیرو اگر آپ ہیں تو بقیہ نصف ہیرو میں ہوں۔ لہذا یہ خوش فہمی دل سے نکال دیں کہ یہ کیس مکمل طور پر آپ نے حل کیا ہے اور اسی لیے میں نصف حصہ

لوگ رہا ہوں :

"آپ کی بات ابھی تک ہمارے ہتے نہیں پڑی ہے۔"

"اچھا تو ٹھیکہ، میں میفلر کی کمپنی میں ملازم تھا اور خاص طور پر اس حصے میں میری ڈیوٹی تھی۔ جہاں شراب والی شیشیوں پر خاص نشان کی مر لگائی جاتی تھی۔ یہ میں تھا، جس نے چند شراب کی شیشیوں پر نشان نہیں لگایا اور انہیں دے کے شربت والی شیشیوں میں ملا دیا، کیونکہ میں چاہتا تھا، کسی طرح حکومت کو اس کھیل کا پتا چل جائے۔"

"اوہ ! ہمارے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔"

"لیکن.....! شفاق نے چونک کر کہا، "اگر آپ اس کا روبرو کو پسند نہیں کرتے تھے تو پولیس کو بھی تو اطلاع دے سکتے تھے۔"

"واہ، کیا بات کہی ! اس کے لیے سے گہرا طنز جھلک پڑا۔"

"ارے میاں، ایسے کام پولیس والوں سے ملے بغیر نہیں ہوتے۔ میں پولیس کو فون کرتا۔ وہ میرا نام پوچھتے۔ خیر میں نام نہ بھی بتاتا تو بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔ پولیس والے فوراً مسٹر میفلر کو اطلاع دیتے کہ تمہارا کوئی آدمی باغی ہو گیا ہے، لہذا اندر ہی اندر تفتیش شروع ہو جاتی اور میں پکڑا جاتا پھر میرا حشر بھی جوزی اور والی جیسا ہوتا۔"

شاید آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ غیر آگے بیان کیجیے :

"ہیں آگے کیا بیان کروں۔ یہ میں تھا جس نے شربت والی شیشیوں پر شراب والا نشان نہ لگایا اور انہیں دے کے شربت والی شیشیوں میں شامل کر دیا، تاکہ کچھ لوگ ان میں شراب پا کر دوسروں کے علم میں یہ چیز لائیں۔ اب یہ اور بات ہے۔ یہ معاملہ آپ لوگوں کے حصے میں آیا اور بہت ہی خوب صورتی سے بندھایا گیا۔ اس نے جلدی جلدی کہا۔"

"لیکن آپ اب تک غائب کہاں رہے؟ میرے لیے میں جبرت تھی۔"

"جوں ہی میں نے اخبار میں جوزی کے قتل کی خبر پڑھی اور یہ ذکر بھی کہ اس کی لاش کے پاس دے والے شربت کی شیشی پڑی پائی گئی ہے۔ میں ڈر گیا اور سمجھ گیا کہ کھیل شروع ہو چکا ہے۔ جس کی بنیاد میں نے رکھی تھی، لہذا میں کمپنی سے غیر حاضر ہو گیا اور غائب ہو گیا، تاہم عدالت میں میں ضرور آ گیا تھا، وہ بھی ڈرتے ڈرتے۔ اور میں نے ساری کارروائی سنی ہے، لہذا آپ خود ہی سوچیے، کیا اس معاملے میں میرا حصہ نہیں ہے۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو شراب کا یہ کاروبار نہ جانے اور کتنا عرصہ جاری رہتا اور ملک کے نوجوانوں کو کھوکھلا کرتا رہتا۔"

"بات تو ٹھیک ہے۔ اب جان، آپ کا کیا خیال ہے؟ میں

ان کی طرف مڑا۔ اس وقت تک آبا جان بالکل خاموشی سے اس کی باتیں سنتے رہے تھے۔

”تم لوگوں نے کیا سوچا ہے۔ آبا جان مسکرائے۔

”میرا خیال ہے“ یہ صاحب واقعی نصف کے حق دار ہیں۔

”تو پھر دیر کا ہے کی ہے۔ دے دو انہیں ساڑھے بارہ

ہزار روپے۔

”اول ہوں۔ کیا کرتے ہیں آپ۔ کسی کا حق ادا کرنا

بہت اچھی بات ہے، لیکن پہلے اطمینان تو کر لینا چاہیے کہ یہ بات

درست بھی ہے یا نہیں۔ دروازے کے پیچھے سے امی جان کی آواز

سنائی دی۔

”آپ بھی ٹھیک کہتی ہیں، امی جان شکریہ۔ ہاں تو جناب“

آپ کے پاس اپنی سچائی کا کیا ثبوت ہے۔ اب میں اس کی

طرف مڑا۔

”ثبوت نہ ہوتا تو یہاں کیسے آسکتا تھا۔ ایسی بوتلوں پر

میرے بہت ہی باریک دستخط ہیں۔ میں وہ دستخط کاغذ پر کر دیتا

ہوں۔ پولیس کے پاس جو بوتل موجود ہے۔ آپ اس سے ملا کر

دیکھ لیں۔ دوسرے یہ کہ سیون سیز کمپنی کے ملازم اس بات کی

گواہی دیں گے کہ میں کمپنی میں ملازم تھا یا نہیں اور کس جگہ پر

میری ڈیوٹی تھی۔

”بات تو ٹھیک ہے۔ خیر، ہم ابھی چیک کراتے ہیں۔“

اس معاملے میں بھی ہمیں اکبر راٹھور صاحب کو شامل

کرنا پڑا۔ ان کی مدد سے بہت جلد تصدیق ہو گئی کہ وہ

حضرت ٹھیک کہہ رہے ہیں؛ چنانچہ میں نے ساڑھے بارہ ہزار

روپے کے نوٹ گن کر اس کی طرف کھسکا دیے۔ اس نے انہیں

اٹھا کر جیبوں میں ٹھونس لیا اور بولا:

”واہ مالک! تو بھی عجیب شان کا مالک ہے۔ جب میں نے

اس کام کی ابتدا کی تھی تو یہ خیال بھی آیا تھا کہ فیلڈ می کو

تالا لگ گیا تو خود کہاں سے کھاؤں گا، لیکن اب یہ بات ثابت

ہو گئی کہ جو شخص حرام کی روزی کو لات مارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ

اسے حلال راستے سے روزی عطا فرماتا ہے اور پہلے سے کہیں

زیادہ۔ اب میں اس رقم سے کوئی چھوٹا موٹا کاروبار شروع کر

دوں گا۔ یہ کہتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے الفاظ

ہمارے کانوں میں گونج رہے تھے۔ ابھی وہ دروازے تک پہنچا

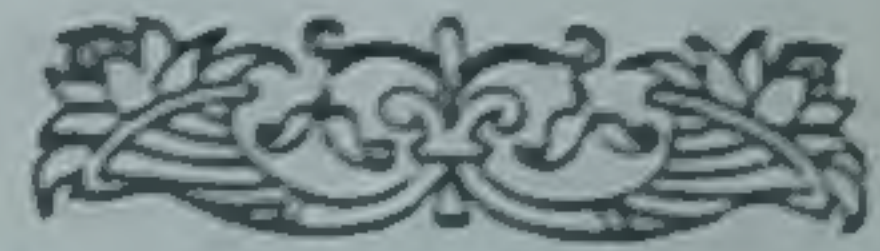
تھا کہ آفتاب بول پڑا۔

”ارے، آپ نے اپنا نام تو بتایا ہی نہیں۔“

وہ آفتاب کی آواز سن کر مڑا۔ مسکرایا اور پھر بولا:

”میرا نام، یوں تو میرا نام یونس مرزا ہے، لیکن آپ کے

یہ میرا نام آدھا، میری مناسب رہے گا۔
ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ باہر نکل گیا۔ ہم مسکراتے
ہوئے اسے دیکھتے رہ گئے۔



400007/18-4-99

Handwritten signature or name.

آئندہ ناول کی ایک جھلکی

۲۰ اپریل کو پڑھیے قیمت ۱۰ روپے

آفتاب، آصف، فرحت اور انسپٹر کامران مرزا سیرت

پراسرار مجرم

مصنف: اشتیاق احمد

- آفتاب اور آصف میں دوڑ کی ٹھن گئی۔
- لیکن یہ دوڑ انہیں ایک ایسی کوشش تک لے گئی جس کے پھانک پر
ایک شخص اوندھے منہ پڑا تھا۔
- ایک چالاک آدمی کی کہانی، جس نے ایک خطرناک منصوبہ ترتیب
دیا تھا۔
- انسپٹر کامران مرزا، ست دنوں سے ایک شخص کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔
- آفتاب اور آصف نے کوشش کے مالک کو جگایا تو کئی حیرت انگیز
باتیں سامنے آئیں۔
- آخر میں آپ چونک چونک اٹھیں گے۔



اشتیاق احمد

کے سننی خیر، ہنگامہ آرا مزاج اور جاسوسی
سے بھرپور ناول

اس
ماہ
کے
ناول

۲۸۸ —	ایجاد کا خون	۱۰ روپے	انپکٹر جمشید سیریز
۲۸۹ —	باس کا خوف	۱۸	بہنی خاص نمبر
۳۹۰ —	موت کا علاج	۱۸	"
۳ —	خون کے سوداگر	۱۰	انپکٹر جمشید سیریز
۱۴ —	قاتل قصبہ	۱۰	"
۷ —	سیاہ پوش	۱۰	انپکٹر کامران مرزا سیریز
۷ —	آدھا ہیرو	۱۰	شوکی سیریز
۷ —	پیر میموری	۱۰	پیر مشری سیریز

۳۹۱ —	فریبی مجرم	۱۰ روپے	انپکٹر جمشید سیریز
۳۹۲ —	کیمرے کا قاتل	۱۸	بہنی خاص نمبر
۳۹۳ —	ناکامی کا تحفہ	۱۸	"
۱۵ —	ایک ساندش ایک جال	۱۰	انپکٹر جمشید سیریز
۱۶ —	زہر ملا کرہ	۱۰	"
۸ —	پراسرار مجرم	۱۰	انپکٹر کامران مرزا سیریز
۸ —	راج محل	۱۰	شوکی سیریز
۷ —	پیر دینز	۱۰	پیر مشری سیریز
۱ —	چالیس علی بابا ایک چور	۴/۵۰	کمانیوں کا نیا سلسلہ
۲ —	غریب بادشاہ	۴/۵۰	"
۲ —	دو دفعہ کا ذکر ہے	۴/۵۰	"
۴ —	کنجوس حاتم طائی	۴/۵۰	"

آئندہ
ماہ
کے
ناول

اشتیاق پبلی کیشنز

۹/۱۲ نصیر آباد — مسلم پورہ — ساندہ کلاں، لاہور — فون: ۳۲۱۵۳۷